ہر اتوار کو روزنامہ اسلام کے ساتھ شائع ہوتا ہے

بچوں کا اسلام

روزنامہ اسلام

603 اتوار 10 ربیع الاول 1435ھ مطابق 12 جنوری 2014ء

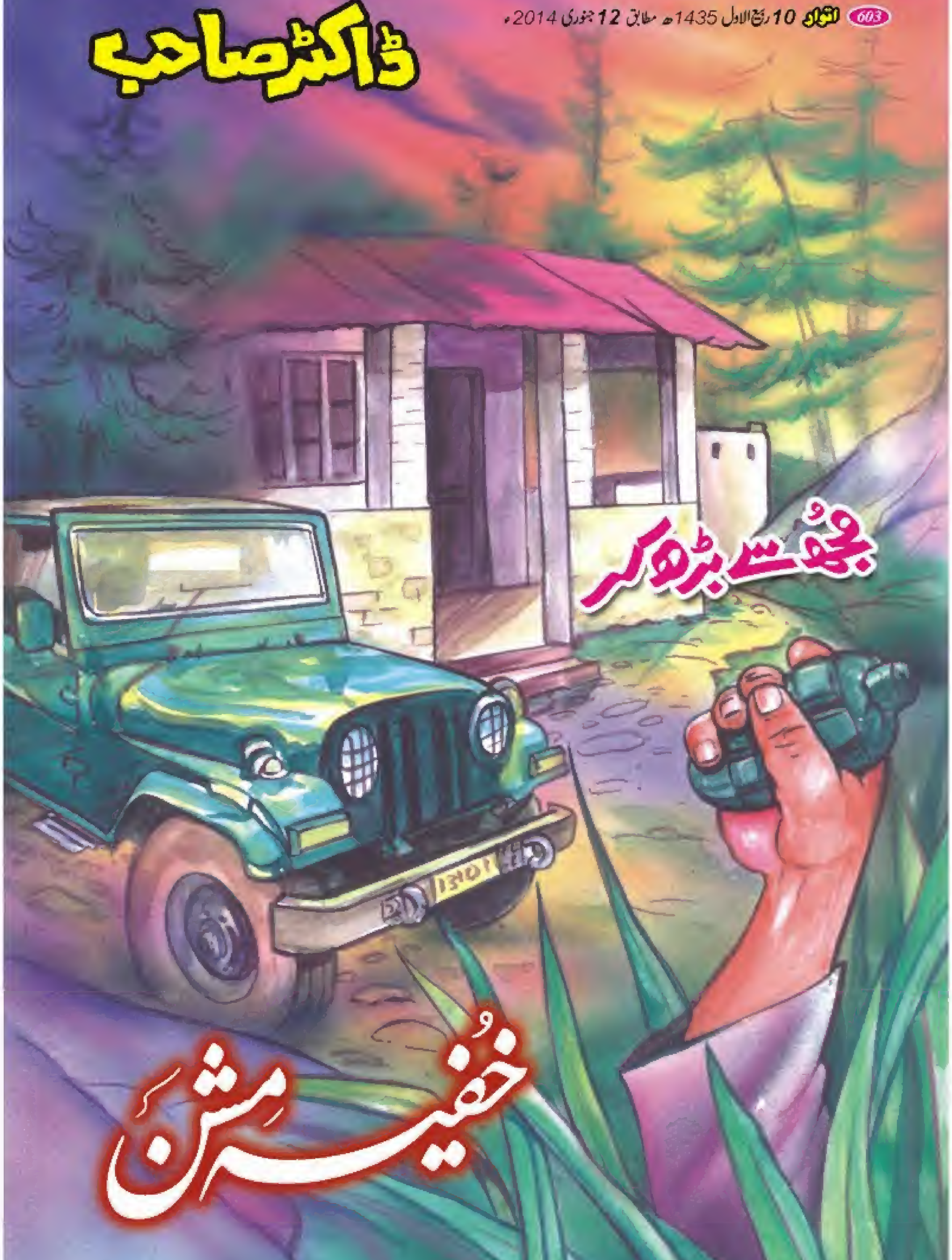

بسم اللہ الرحمن الرحیم

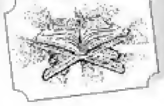

وہ تو بس ایک ہی ہے

اور اللہ نے فرمایا ہے کہ دو دو معبود نہ بنا بیٹھنا۔ وہ تو بس ایک ہی معبود ہے۔ اس لیے بس مجھی سے ڈرا کرو O اور آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے، اسی کا ہے، اور اسی کی اطاعت ہر حال میں لازم ہے۔ کیا پھر تم اللہ کے سوا اوروں سے ڈرتے ہو۔ (سورۃ النحل: 51،52)

بھول جائے

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

”جس وقت تم میں سے کوئی کھانا کھائے اور بسم اللہ پڑھنا بھول جائے تو وہ یہ لفظ کہے، بسم اللہ اولہ و آخرہ۔“ (ترمذی۔ ابوداؤد)

دو باتیں

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ: میں نے کسی جگہ لکھا ہوا پڑھا تھا کہ دنیا میں سب سے بڑا لالچ کھانے کا لالچ ہے.. میں نے اس بات پر غور شروع کیا.. میں جوں جوں غور کرتا چلا گیا.. محسوس کرتا چلا گیا.. بات بالکل درست ہے ... آج بڑے بڑے کام کھانے کا لالچ دے کر لیے جا رہے ہیں.. ایک افسر اپنے بڑے افسر کی شان دار قسم کی دعوت کرتا ہے اور اس طرح وہ خوش ہو جاتا ہے اور یہ اس سے اپنا کام نکلوا لیتا ہے..

کھانے کا لالچ یہ بھی ہے کہ ضرورت سے زیادہ کھا لیا جاتا ہے.. یہ جو ضرورت سے زیادہ کھا لینے کا لالچ ہے، اس سے طرح طرح کی بیماریاں لاحق ہوتی ہیں..

کھانے کا لالچ محفلوں میں انسان کو دوسروں کی نظروں میں گرانے کا کام بھی بہت خوب صورتی سے انجام دیتا ہے.. کھانے کا لالچی سب کی نظروں میں اس طرح گرتا ہے کہ بے چارے کو اٹھنا نصیب نہیں ہوتا..

اب آپ سے کیا چھپانا.. جب سے میں نے یہ بات پڑھی.. خود کو کھانے کے لالچ سے بالکل بچا لیا.. اور جب سے میں یہ کام کرنے لگا ہوں، خود کو بہت ہلکا پھلکا محسوس کرنے لگا ہوں.. ایک بہت اچھے اور گہرے دوست اکثر پیٹ کی بیماریوں میں مبتلا رہتے تھے.. میں نے ان سے کہا.. آپ بالکل ٹھیک ہو سکتے ہیں.. بس کھانا بھوک رکھ کر کھایا کریں.. کہنے لگے، اس کا کیا مطلب، میں نے بتایا کہ اگر آپ کی بھوک دو روٹیوں کی ہے.. تو آپ ڈیڑھ روٹی سے زیادہ نہ کھائیں.. بلکہ بہتر تو یہ ہے کہ ایک کھائیں.. انھوں نے فوراً کہا:

”پیٹ کی تمام بیماریاں منظور.. یہ علاج نامنظور۔“

میرے دوست میرے سامنے کسی دعوت میں بیٹھنے سے بہت گھبراتے ہیں ... فیصل آباد کے منور دین صاحب ہمارے دفتر سے ہی منسلک ہیں.. وہ تو ہر ایسے موقعے پر صاف کہہ دیتے ہیں..

”آپ کے سامنے دعوت کھانے میں بہت نقصان ہے.. نہ آپ خود کھاتے ہیں، نہ دوسروں کو کھانے دیتے ہیں۔“

اس بات پر میں ہنسنے لگتا ہوں.. میرے اور بھی بہت سے دوست یہی کہتے ہیں.. ہمارے بچوں کا اسلام کے ایک قاری ہیں.. انھوں نے مختصر پر اثر کے لیے ایک چھوٹی سی بات لکھ کر ارسال کی ہے.. میں نے جب اسے پڑھا تو دو باتیں لکھنے بیٹھ گیا.. آپ بھی وہ بات پڑھ ہی لیں.. کہ اس سے بہتوں کا بھلا ہوگا... جی ہاں! یہی درویش کی صدا ہے!

حضرت ابراہیم تیمی رحمہ اللہ نے حضرت موسیٰ بن مہران کو ان کے انتقال کے بعد خواب میں دیکھا اور ان سے پوچھا:

”اللہ تعالیٰ شانہ نے آپ کے ساتھ کیسا معاملہ فرمایا۔“

انھوں نے جواب دیا:

”جب سے مرا ہوں، امیر لوگوں کی دعوتوں کا حساب دے رہا ہوں اور ایک سوئی کے بدلے قید ہوں جو میں نے کسی سے ادھار لی تھی اور واپس نہیں کی تھی۔“

پھر انھوں نے پوچھا:

”کن لوگوں کی قبروں میں زیادہ روشنی ہے۔“

انھوں نے جواب دیا:

”ان لوگوں کی قبروں میں زیادہ روشنی ہے جو دنیا میں مصیبت میں مبتلا رہے۔“

والسلام

سالانہ زرِ تعاون اندرون ملک: 600 روپے، بیرون ملک: 3700 روپے
خط کتابت کا پتہ
”بچوں کا اسلام“ دفتر روزنامہ اسلام ناظم آباد 4 کراچی فون: 021 36609983
بچوں کا اسلام انٹرنیٹ پر بھی: www.dailyislam.pk ای میل: bkislam4u@gmail.com

زلزلے سے پہلے

فہیم احمد۔ بھکر

کیا ہم اس قابل ہیں کہ زلزلہ آنے سے پہلے زلزلے کی پیش گوئی کر سکیں۔ اس کا جواب ہے جی نہیں! اللہ کی کاری گری کے سامنے انسان آج بھی اتنا ہی بے بس ہے جتنا کہ ابتدائی دور میں تھا۔ انسان زمین کے اندر ابھی تک اتنی گہرائی میں نہیں جاسکا کہ وہاں کی حالت کے بارے میں جان سکے۔

سائنس دانوں کا خیال ہے کہ دنیا میں کوئی بھی ایسا ملک نہیں ہے جو زلزلوں سے مکمل طور پر محفوظ ہو۔ یہ کبھی بھی، کہیں بھی آسکتے ہیں۔ یہاں تک کہ ان ممالک میں بھی آسکتے ہیں جہاں کبھی زلزلہ نہ آیا ہو۔ اس بات کے لیے مکمل طور پر تیار رہنا چاہیے کہ شدید زلزلہ دنیا میں کسی وقت بھی، کہیں بھی آسکتا ہے۔

زلزلے کی درست پیش گوئی کے بارے میں سائنس دانوں کی کوششیں جاری ہیں، لیکن اپنی تمام تر کوششوں کے باوجود ابھی تک کامیاب نہیں ہوسکے، لیکن اس سلسلے میں حیرت انگیز ترین بات یہ ہے کہ انسانوں کی نسبت زمین پر رینگنے والے جان دار ضرور زلزلے کے آنے سے پہلے خبردار ہوجاتے ہیں۔ اس بارے میں تحقیقات کرنے والے سائنس دانوں کا کہنا ہے:

"جب زلزلہ آنے کا وقت قریب ہوتا ہے تو سانپ رینگتے ہوئے اپنے بلوں سے باہر آجاتے ہیں۔ مرغیاں اپنے ڈربوں میں نہیں جاتیں۔ بطخیں اپنے پَروں کو پھڑ پھڑانا شروع کر دیتی ہیں۔ گھروں میں بندھے ہوئے چوپائے دیواروں سے اپنے سینگ رگڑتے ہیں اور ٹکریں مارنے لگتے ہیں۔"

اگست 1976ء میں چین کے صوبے چوآن میں زلزلہ آیا تھا، لیکن اس زلزلے سے پہلے ہی سانپ اس علاقے کو خالی کر گئے تھے۔

1976 ہی میں چین کے ایک شہر تان شانگ میں زلزلہ آنے سے پہلے سانپوں نے یہی کیا تھا اور اس شہر کے رینگنے والے تمام جان دار شہر سے دور ایک بڑے گڑھے میں جا جمع ہوئے تھے۔

ایک اور بات یہ نوٹ کی گئی ہے کہ زلزلے سے پہلے فضا میں موت کا سا سناٹا طاری ہوجاتا ہے۔ یوں محسوس ہوتا ہے جیسے گونگے ہوگئے ہوں۔ پھر زلزلے کے پہلے جھٹکے کے ساتھ تمام جانور اور پرندے عجیب وغریب آوازوں میں چلانے لگتے ہیں۔

زلزلے کے آنے سے پہلے پرندے اپنے گھونسلوں سے نکل کر پریشانی کے عالم میں ادھر اُدھر اڑنے لگتے ہیں۔ کوّے کائیں کائیں کر کے آسمان سر پر اٹھا لیتے ہیں۔ کتے آبادیوں سے نکل کر جنگلوں کا رخ کرتے ہیں۔ ساتھ میں عجیب وغریب ڈری ہوئی آوازیں نکالتے ہیں۔ چوہے بدحواس ہوجاتے ہیں۔ پالتو پرندے پنجروں میں پھڑ پھڑانے لگتے ہیں جیسے پاگل ہوگئے ہوں۔ بندروں کی آنکھیں خوف کے مارے پھیل جاتی ہیں اور ڈری ڈری آوازیں نکالتے ہیں۔

1935 میں میکسیکو شہر میں زلزلہ آنے سے چند گھنٹے پہلے کتے بھونکنے لگے جب وقت قریب آیا تو وہ پاگلوں کی طرح دوڑتے ہوئے آبادی سے نکل گئے۔

1976 میں فلپائن میں زلزلے سے پہلے شہر کی بلیاں، کتے اور دوسرے جانور ایک ساتھ چلانے لگے:

زلزلوں کی پیش گوئی کے لیے اس وقت سب سے زیادہ کام چین میں ہورہا ہے۔

استاد اور مار

ف ح۔ کراچی

سکولوں اور مدرسوں میں اساتذہ کا بچوں کے ساتھ موجودہ رویہ انتہائی نقصان دہ ہے۔ بہت سے لوگ حتیٰ کہ لاتعداد والدین مار پٹائی بلکہ دھنائی کٹائی کو تعلیم کے لیے ضروری سمجھتے ہیں۔ جب کہ ایک پڑھا لکھا طبقہ ایسا بھی ہے جو اس کو سخت غلط اور حرام کہتا ہے۔ میں چند اقتباسات اسی طبقے کے لیے پیش کرتا ہوں جو پٹائی کو سخت منع کرتے ہیں اور جن کو موجودہ دنیا علم وعمل کی دنیا میں اپنا پیشوا اور مقتداء سمجھتی ہے۔

امام الانبیاء سید المعلمین رسول اللہ ﷺ! بہت قریب ہے وہ وقت جب زمین تم پر مسخر کر دی جائے گی اور تمہارے پاس کم عمر آئیں گے جو علم کے بھوکے پیاسے ہوں گے۔ دین سمجھنے کے خواہش مند ہوں گے اور تم سے کچھ سیکھنا چاہیں گے، پس جب وہ آئیں تو انھیں تعلیم دینا ان سے مہربانی سے پیش آنا اور ان کی آؤ بھگت کرنا۔ (جامع العلم) اور فرمایا کہ میں تمہارے لیے ایسا ہوں جیسا کہ والد اپنے لڑکے کے لیے۔

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ: جب کسی نے نبی ﷺ سے ادب نہ سیکھا تو وہ مار پیٹ سے بھی ادب نہیں سیکھ سکے گا۔ (کتاب الادب از محمد بن ابوزید)

سیدنا حضرت خبیب رضی اللہ عنہ: اساتذہ کرام بادشاہوں والا منصب لے کر آتے ہیں، ان کا حساب بھی انھی جیسا ہوگا۔

امام ابو یوسف رحمہ اللہ: "اپنے شاگردوں کے ساتھ ایسے خلوص اور محبت سے پیش آؤ کہ دوسرا دیکھے تو یہ خیال کرے کہ یہ تمہاری اولاد ہیں۔ نیز فرمایا، علمی مجلس میں غصے سے پرہیز کرو۔"

حکیم الامت مجدد ملت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ: میری سمجھ میں نہیں آتا کہ جب کوئی شخص نابالغ بچے کو مارتا ہے تو اس کی معافی کیسے ہوگی، کیونکہ معافی مانگے تو شرعاً نابالغ کی معافی معتبر نہیں ہے اور بڑا ہوجائے گا تو تب وہ معاف کرنے کا مکلف نہیں۔ (اصلاح انقلاب)

مجدد زمانہ مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم: "الرحمٰن علم القرآن" رحمٰن نے قرآن پاک کی تعلیم دی۔ آخر اللہ کے اور بھی نام ہیں۔ ننانوے ناموں میں اور کوئی نام کیوں نہیں نازل کیا۔ خالی رحمٰن کی شان کو نازل کیا، تاکہ قرآن پاک کے معلمین قصائی کی طرح بچوں کو نہ پیٹیں۔ اس سے بچوں کے اعصاب کمزور ہوجاتے ہیں۔ (تعلیم قرآن میں شان رحمت)

شیخ الاسلام مفتی تقی عثانی صاحب دامت برکاتہم: آج جو اسکولوں اور مدرسوں میں بے تحاشا مار کی ریت ہے، یہ کسی طرح جائز نہیں۔ جیسا کہ ہمارے ہاں قرآن مجید کے مدارس میں مار کٹائی کا رواج ہے اور بعض اوقات اس مار کٹائی سے خون نکل آتا ہے۔ زخم ہوجاتا ہے یا نشان پڑ جاتے ہیں۔ یہ عمل بہت بڑا گناہ ہے۔ (اصلاحی خطبات)

ہارون الرشید: "اے احمر! میں نے اپنے دل کا ٹکڑا اور دل کا پھل تمہارے حوالے کر دیا ہے، تم شہزادے کو اپنے اشارے پر چلاؤ، اسے اپنا فرمانبردار بناؤ اور اس مقام پر رہو جو میں نے بطور امیر المومنین عطا کیا ہے۔ حتی الامکان نرمی اور پیار سے اور محبت سے سکھاؤ، اگر اس طرح یہ مہذب نہ بنے تو قدرے سخت الفاظ سے سمجھاؤ۔"

علامہ ابن خلدون: خوب یاد رکھیے کہ تعلیم کے سلسلے میں مار پیٹ اور ڈانٹ ڈپٹ مضر ہے۔ خاص طور پر چھوٹوں کے حق میں، کیونکہ یہ استاد کی نااہلی کی نشانی ہے۔ (مقدمہ ابن خلدون جلد دوم)

عبداللہ فارانی

93

واقعات صحابہ کے

قدم بہ قدم

حضرت عثمان غنی ؓ کے زمانے میں کھجور کے ایک درخت کی قیمت ہزار درہم تک پہنچ گئی۔ حضرت معاذ بن جبل ؓ نے درخت بیچنے کے بجائے اسے اندر سے کھود کر اس کا گودا نکالا اور اپنی والدہ کو کھلا دیا۔ کسی نے پوچھا:

''آپ نے ایسا کیوں کیا، یعنی اتنا قیمتی درخت ضائع کر دیا، آپ کو معلوم بھی ہے کہ ایک درخت کی قیمت ہزار درہم تک پہنچ چکی ہے۔''

جواب میں انھوں نے کہا:

''میری والدہ نے مجھ سے کھجور کا گودا مانگا تھا اور میری عادت یہ ہے کہ جب میری والدہ مجھ سے کچھ مانگتی ہیں اور اس چیز کا والدہ کے لیے حاصل کرنا میرے بس میں ہوتا ہے تو میں وہ چیز ضرور انھیں دیتا ہوں۔''

O

حضور نبی کریم ﷺ منبر پر تشریف فرما تھے اور لوگوں میں بیان فرما رہے تھے۔ ایسے میں حضرت امام حسین بن علی ؓ گھر سے نکل آئے۔ ان کے گلے میں کپڑے کا ایک ٹکڑا لٹک رہا تھا۔ وہ زمین پر گھسٹ رہا تھا۔ اس میں ان کا پاؤں الجھ گیا اور آپ منہ کے بل زمین پر گر گئے۔ آپ ﷺ انھیں اٹھانے کے لیے منبر سے اترنے لگے، لیکن اس دوران صحابہ کرام انھیں اٹھا کر آپ کے پاس لے آئے۔ آپ نے اس وقت فرمایا:

''شیطان کو اللہ مارے۔ اولاد تو بس فتنہ ہے اور آزمائش ہی ہے۔ اللہ کی قسم مجھے تو پتا ہی نہیں چلا کہ میں کب منبر سے اتر آیا ہوں۔ مجھے تو بس اس وقت پتا چلا جب تم لوگ اسے اٹھا کر میرے پاس لے آئے۔'' (طبرانی)

O

ایک مرتبہ حضور ﷺ سجدے میں تھے۔ ایسے میں حضرت امام حسین ؓ آپ ﷺ کی پشت مبارک پر سوار ہوگئے۔ پھر آپ ﷺ انھیں ہاتھ سے پکڑ کر کھڑے ہوگئے۔ جب آپ پھر سجدے میں گئے تو یہ پھر آپ کی پشت پر سوار ہوگئے۔ اس کے بعد آپ نے اٹھ کر انھیں چھوڑا تو یہ چلے گئے۔ (حیاۃ الصحابہ)

O

ایک روز حضور ﷺ سجدے میں تھے۔ اتنے میں حضرت حسن ؓ وہاں آگئے اور آپ ﷺ کی پشت مبارک پر سوار ہوگئے۔ آپ نے انھیں نیچے نہیں اتارا، اسی طرح سجدے میں رہے (یعنی سجدہ لمبا کر دیا) یہاں تک کہ حضرت حسن ؓ خود ہی نیچے اتر آئے۔ کبھی ایسا بھی ہوتا تھا کہ آپ ان کے لیے اپنی ٹانگیں کھول لیا کرتے تھے اور یہ نیچے سے نکل کر دوسری طرف نکل جاتے تھے۔ (طبرانی)

ایک روز حضور نبی کریم ﷺ حضرت ابو قتادہ ؓ کے ہاں تشریف لے گئے۔ اس وقت آپ کے کندھے پر آپ کی نواسی حضرت اُمامہ بنتِ عاص ؓ بیٹھی تھیں۔ آپ نے اسی طرح نماز شروع کر دی۔ جب رکوع میں جاتے تو انھیں نیچے اتار دیتے۔ جب سجدے سے سر اٹھاتے تو انھیں پھر اٹھا لیتے۔

O

ایک روز آپ ﷺ حضرت ابوہریرہ ؓ کے ہاں تشریف لائے۔ آپ کے ایک کندھے پر حضرت حسن ؓ اور دوسرے پر حضرت حسین ؓ بیٹھے تھے۔ آپ کبھی ایک کو چومتے تو کبھی دوسرے کو۔ آپ اسی طرح چلتے چلتے حضرت ابوہریرہ ؓ کے پاس پہنچ گئے۔ ایسے میں ایک شخص نے کہا: ''اے اللہ کے رسول! آپ کو ان دونوں سے محبت ہے؟''

آپ ﷺ نے فرمایا:

''ہاں! جس نے ان سے محبت کی، اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے ان دونوں سے بغض رکھا، اس نے مجھ سے بغض رکھا۔'' (ابن ماجہ۔ احمد)

O

حضرت معاویہ ؓ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک روز دیکھا کہ حضور ﷺ حضرت حسن بن علی ؓ کی زبان اور ہونٹ چوس رہے تھے اور جس زبان اور ہونٹ کو حضور ﷺ نے چوسا ہو، اسے کبھی عذاب نہیں ہو سکتا۔ (احمد)

O

حضور ﷺ کے ایک صاحب زادے تھے۔ وہ مدینہ منورہ کے کنارے محلے میں ایک عورت کا دودھ پیتے تھے۔ اس عورت کا خاوند لوہار تھا۔ آپ ﷺ بچے سے ملنے جاتے تھے تو لوہار کا گھر بھٹی میں گھاس جلانے کی وجہ سے دھوئیں سے بھرا ہوتا تھا۔ حضور اس حالت میں اپنے بچے کو چوما کرتے تھے اور ناک لگا کر سونگھا کرتے تھے۔ (بخاری)

دورہ حدیث کے طلبہ کے لیے خوشخبری

اِرشادُ القارِی اِلیٰ صحیحِ البُخاری

نیا کمپیوٹرائزڈ ایڈیشن مارکیٹ میں دستیاب ہے

کل قیمت 550 روپے

رعائتی قیمت 330 روپے

براہ راست منگوانے پر ڈاک خرچ مفت

تالیف

مفتی اعظم حضرت اقدس مولانا مفتی رشید احمد قدس اللہ سرہ

1- ملتان 0300-7301239
2- راولپنڈی 0321-5123698
3- پشاور 0314-9696344، 091-2588331
4- بہاولپور 0333-6367786، 0622731947
5- اٹک 0302-5475447
6- لاہور 0321-4536727
7- فیصل آباد 0321-7893142
8- ساہیوال 0321-6950003
9- کوئٹہ 0321-8045086
10- رحیم یار خان 0321-2647131
11- ہری پور 0301-8145854
12- سرگودھا 0321-6018171

دکان نمبر 11، اسلام کتب مارکیٹ، نزد جامعہ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی، رابطہ نمبر 0314-2139797

بے حس

ماوراء گل۔ گجرات

تاریک رات میں سناٹا بول رہا تھا... اور میری آنکھوں سے نیند کوسوں دور تھی... مجھے آج ''نیند کی بچی'' پر رہ رہ کر غصہ آ رہا تھا... بھلا آج کیا تک بنتی تھی اس کے روٹھنے کی...

''بہن نیند! روٹھی ہی رہو گی یا کبھی منو گی بھی۔'' گہرے سناٹے میں میری سرگوشی خاصی بلند رہی۔

''ہاہ!'' نیند کے ہجر میں یونہی آہ بھرتے ہوئے، ایک کوندا سا میرے ذہن میں لپکا۔

اپنے بستر سے اُٹھ کر میں نے ساتھ والے کمرے کا دروازہ کھولنا چاہا... مگر وہ بند تھا... میں نے سوراخ میں سے اندر جھانکا... بھائی جان کمپیوٹر کے سامنے بیٹھے مسلسل کام میں مصروف تھے...

''اونہہ! بھائی جان تو ہر وقت مصروف ہی رہتے ہیں... کبھی جو فرصت میں مجھ سے بات کی ہو۔'' میں ایک بھائی جان سے ہی کیا۔ مما اور پپا کے رویے سے بھی سخت دلبرداشتہ تھا۔

پپا تو ٹھہرے سدا کے مصروف... ان کا کاروبار ہی ایسا تھا... آئے دن کے کاروباری سفر اور مما! آجایا کرتی تھیں میرے کمرے میں بھی... مگر صرف مہینے میں ایک یا دو بار... اور یہ ''بھائی جان'' جو میرے ساتھ والے کمرے کے مکین تھے... انھوں نے تو کبھی میری طرف دیکھنے کی بھی زحمت نہیں کی تھی...

''اونہہ... سمجھتے کیا ہیں یہ خود کو؟'' میں اکثر اوقات یونہی عورتوں کی طرح کڑھتا رہتا تھا۔

میں نے کی ہول کے ساتھ دوبارہ آنکھ لگائی... بھائی جان کی کرسی خالی تھی... یقیناً باتھ روم میں چلے گئے تھے... دفعتاً میں نے اپنے بستر کی ساتھ والی میز پر نظر دوڑائی تو مجھے ایک چابی پڑی نظر آئی... بالکل ایسی ہی... ایک اور چابی بھائی جان کے کمرے میں بھی تھی... چابی دیکھتے ہوئے اک ہلکی سی مسکراہٹ میرے چہرے پر رینگ گئی... مجھے معلوم تھا... بھائی جان، واش روم سے ذرا دیر سے باہر نکلیں گے...

آہستہ سے دروازہ کھول کر میں دبے پاؤں اندر داخل ہوگیا... اور کمپیوٹر کے سامنے پڑی خالی کرسی پر بیٹھ گیا... کمپیوٹر اسکرین ابھی روشن تھی... لگتا تھا بھائی جان کام ادھورا چھوڑ گئے ہیں... داہنے ہاتھ کو ٹھوڑی کے نیچے دبا کر میں بغور اسکرین کو دیکھنے لگا... اور دوسرے ہی لمحے میں سیدھا ہو بیٹھا... اسکرین پر کچھ الفاظ لکھے تھے... میں نے کی بورڈ پر انگلیاں دوڑا کر جانچا... تو معلوم ہوا بھائی جان کوئی کام وام نہیں کر رہے تھے... بلکہ اپنے دوستوں کے ساتھ گفتگو کر رہے تھے...

''ہونہہ! دوستوں کے ساتھ اتنی رات گئے باتیں... اور اپنے ننھے بھائی کو کبھی دیکھا تک نہیں۔'' جانے کیوں میں دکھی سا ہو گیا تھا۔ اسکرین پر لکھا تھا۔

''سچ یار... میں تم سب سے بہت محبت کرتا ہوں... مجھے وہ لوگ اچھے نہیں لگتے... جو اپنے دوستوں سے بے پروا رہتے ہوں۔''

میں خاموشی سے اُٹھ کر اپنے کمرے میں آ گیا... تھوڑی ہی دیر ہوئی ہوگی کہ ایک دم سے دروازہ بہت زور سے کھلا... میں اُچھل کر سیدھا ہو بیٹھا... بھائی جان تیوری چڑھائے سامنے کھڑے تھے...

''تم آئے تھے کمرے میں؟'' آگ اُگلتا لہجہ تھا۔

''جج... جی... وہ۔''

''شٹ اپ... تمھیں شعور نہیں کہ بلا اجازت ''کسی'' کے کمرے میں نہیں جاتے۔''

ان کا ''کسی'' کہنا... میری آنکھوں میں آنسو لے آیا:

''اور یقیناً تم نے کمپیوٹر سے بھی چھیڑ چھاڑ کی ہے... کان کھول کر سن لو... اپنی حد میں رہا کرو... میری ذاتیات میں خواہ مخواہ نہ گھسا کرو... آیندہ مجھے شکایت کا موقع نہ ملے۔'' وہ کہہ کر چلے گئے۔ ''ٹھاہ'' کی آواز کے ساتھ دروازہ بند ہوا اور نہ جانے کیوں میری آنکھیں بھی خشک ہو گئی تھیں۔ میں خاموشی سے دوبارہ اپنے بستر پر لیٹ گیا۔ بے حسی کی سرد لہر میرے اندر بھی اُترتی چلی گئی۔

O

ایک عورت اپنی دو بیٹیوں کے ساتھ حضرت عائشہ صدیقہ ؓ سے ملنے کے لیے آئی۔ آپ نے اسے تین کھجوریں دیں۔ اس نے ایک ایک کھجور دونوں بیٹیوں کو دے دی اور تیسری کھجور اپنے منہ کی طرف لے جانے لگی۔ دونوں بچیاں اس کھجور کو بھی دیکھنے لگیں۔ اس نے کھجور خود نہ کھائی، اس کے دو ٹکڑے کر کے دونوں بچیوں کو ایک ایک ٹکڑا دے دیا۔ اس کے بعد وہ عورت چلی گئی۔ پھر حضور ﷺ تشریف لے آئے۔ سیدہ عائشہ صدیقہ ؓ نے یہ واقعہ آپ کو سنایا۔ آپ نے فرمایا:

''وہ اپنے اس شفقت بھرے سلوک کی وجہ سے جنت کی حق دار ہو گئی ہے۔''

O

ایک شخص حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں آیا۔ اس کے ساتھ اس کا بچہ بھی تھا۔ وہ بچے کو اپنے ساتھ چمٹانے لگا۔ حضور ﷺ نے پوچھا:

''کیا تم اس بچے پر رحم کر رہے ہو؟''

اس نے عرض کیا: ''جی ہاں!''

آپ نے فرمایا: ''تم اس پر جتنا رحم کھا رہے ہو، اللہ تعالیٰ اس سے زیادہ تم پر رحم فرما رہے ہیں، وہ تو ارحم الراحمین ہیں۔ تمام رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والے ہیں۔''

O

ایک شخص آپ ﷺ کی خدمت میں بیٹھا تھا۔ اتنے میں اس کا ایک بیٹا وہاں آ گیا۔ اس نے اسے چوم کر اپنی ران پر بٹھا لیا۔ پھر اس کی ایک بیٹی آ گئی، اس نے اسے اپنے ساتھ بٹھا لیا۔ یہ دیکھ کر آپ نے فرمایا:

''تم نے دونوں سے ایک جیسا سلوک کیوں نہیں کیا، بیٹی کو نہ چوما، نہ سے ران پر بٹھایا۔''

O

ایک مرتبہ حضور ﷺ نے حضرت حسن ؓ کا بوسہ لیا۔ وہاں اس وقت حضرت اقرع بن حابس ؓ موجود تھے۔ انھوں نے حضور ﷺ سے عرض کیا:

''میرے تو دس بچے پیدا ہوئے، میں نے تو ان میں سے ایک کا بھی بوسہ نہیں لیا۔''

یہ سن کر حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''جو لوگوں پر رحم نہیں کرتا، اللہ تعالیٰ اس پر رحم نہیں فرمائے گا۔'' (جاری ہے)

بدنصیب ہوٹل

اشتیاق احمد

3

''پہلا فون... کیا مطلب؟'' فاروق جلدی سے بولا۔

''پہلا شخص... جو کسی کو قتل کرانا چاہتا ہے، اس کا فون تھا۔''

''اوہ! اس نے اپنا کیا نام اور پتا بتایا ہے؟''

''اختر بخاری... کوٹ گڑھ 113۔''

''آؤ بھئی... جلدی کرو... اس سے پہلے کہ پولیس اس تک پہنچے، ہم اس سے بات کرلیں...'' انسپکٹر جمشید نے کہا اور باہر نکل آئے۔

ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر وہ کوٹ گڑھ پہنچے... 113 نمبر تلاش کرنے میں انھیں کوئی دقت نہ ہوئی... یہ ایک عالی شان کوٹھی تھی... محمود نے آگے بڑھ کر گھنٹی کا بٹن دبایا... دروازہ ایک منٹ بعد کھلا اور ایک ادھیڑ عمر آدمی کی صورت نظر آئی:

''اختر بخاری آپ ہی ہیں؟''

''جی ہاں... فرمایئے... میں کیا خدمت کرسکتا ہوں۔''

''آپ کسے کو قتل کرانا چاہتے ہیں۔'' انسپکٹر جمشید نے ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہا۔

''جی... کیا فرمایا آپ نے۔''

''میں نے پوچھا ہے... آپ کسے کو قتل کرانا چاہتے ہیں؟''

''یہ آپ کیا اوٹ پٹانگ باتیں کررہے ہیں جناب؟'' اس نے بھنا کر کہا۔

''یہ اوٹ پٹانگ باتیں ابھی پولیس بھی آپ سے کرے گی... تیار رہیں... کیا آپ نے ابھی تھوڑی دیر پہلے ہوٹل افشاں کے مالک سیٹھ بھلوان کو فون نہیں کیا تھا... اپنا نام اور پتا لکھوا کر یہ نہیں کہا تھا کہ آپ کسی کو قتل کرانا چاہتے ہیں، لہٰذا اس نامعلوم آدمی کو اطلاع دے دیں۔''

''پتا نہیں آپ کیا باتیں کررہے ہیں۔''

''ٹھہریے... پہلے میں آپ کو تفصیل سنا دوں۔''

یہ کہہ کر انھوں نے پوری تفصیل سنا دی... اختر بخاری نے دروازے میں کھڑے رہ کر تمام باتیں سنیں، آخر اس نے کہا:

''اُف خدا... یہ میں کیا سن رہا ہوں... آیئے... اندر آجایئے۔''

وہ انھیں ڈرائنگ روم میں لے آیا... بیٹھنے کے بعد اس نے کہا:

''کیا آپ لوگ میری بات پر یقین کریں گے۔''

''یقین کرنے کی کوشش تو کرہی سکتے ہیں۔'' فاروق مسکرایا۔

''ہوں... تو پھر سنیے... میں نے ہوٹل افشاں کے مالک کو قطعاً کوئی فون نہیں کیا اور نہ میں کسی کو قتل کرانا چاہتا ہوں... یہ ضرور میرے کسی مخالف کی شرارت ہے... اس نے میری طرف سے فون کردیا۔''

''اوہ!'' ان کے منہ سے ایک ساتھ نکلا۔

''جی ہاں! دیکھیے نا... اس قسم کا فون تو کوئی شخص بھی کسی کی طرف سے کرسکتا ہے۔''

''آپ... آپ ٹھیک کہتے ہیں، لیکن بہرحال آپ ایک کام تو کرہی سکتے ہیں۔''

''اور وہ کیا؟'' اس نے فوراً کہا۔

''وہ نامعلوم آدمی کسی نہ کسی طرح آپ سے رابطہ ضرور قائم کرے گا... اگر وہ آپ سے کسی جگہ ملاقات طے کرے تو آپ انکار نہ کریں۔''

''کیوں جناب... میں اس جھگڑے میں کیوں پڑوں... میں اس سے صاف کیوں نہ کہوں کہ میرا اس معاملے سے کوئی تعلق نہیں اور میں کسی کو بھی قتل وتل نہیں کرانا چاہتا۔''

''اوہو... آپ سمجھے نہیں... اسے یہ جواب دینے کی کوئی ضرورت نہیں... جو وہ کہے آپ سن لیں اور اس سے وعدہ کرلیں کہ آپ ویسا ہی کریں گے، پھر آپ مجھے اطلاع دے دیں... اس طرح ہم اسے گرفتار کرسکیں گے۔''

''اوہ... اب میں سمجھا... کیا آپ کا تعلق پولیس سے ہے؟''

''یہی سمجھ لیں۔'' انسپکٹر جمشید بولے۔

''تب تو ٹھیک ہے... آپ شاید خفیہ پولیس والے ہیں... آپ اپنا فون نمبر لکھوا دیں، میں آپ کو اطلاع دے دوں گا۔''

''آپ مجھے۔''

ان کے الفاظ درمیان میں رہ گئے... اسی وقت دروازے کی گھنٹی بجی:

''ایک منٹ جناب... ذرا میں دیکھ لوں... کون ہے... شاید میرے گھر والے آگئے ہیں... اپنے نانا سے ملنے گئے ہوئے تھے۔''

یہ کہہ کر وہ تیزی سے اُٹھا اور باہر نکل گیا... ایک منٹ بعد قدموں کی آوازیں اُبھریں اور پھر یہ الفاظ ان کے کانوں سے ٹکرائے:

''اوہو... یہ آپ لوگ ہیں۔''

انھوں نے دیکھا... انسپکٹر مشکور اندر داخل ہورہا تھا۔

''یہی وہ لوگ ہیں جناب... جو اس فون کے سلسلے میں مجھ سے ملنے آئے ہیں۔'' اختر بخاری نے کہا۔

''کیا مطلب؟'' انسپکٹر جمشید چونکے۔

''انسپکٹر مشکور صاحب بھی مجھ سے وہی باتیں پوچھنے آئے ہیں جو آپ... لہٰذا میں نے سوچا آپ لوگوں کی آپس میں ملاقات کرادی جائے۔''

''تو آپ نے واقعی ہوٹل افشاں کے مالک کو فون نہیں کیا؟'' انسپکٹر مشکور نے پوچھا۔

''جی نہیں... یہ میرے کسی مخالف کی شرارت ہے۔''

''لیکن اختر بخاری صاحب... یہ... یہ غور کرلیں... اگر آپ کا کوئی عزیز یا رشتے دار یا دوست ان دنوں اس پُراسرار انداز سے ہلاک ہوا تو آپ کو گرفتار کرلیا جائے گا۔'' انسپکٹر مشکور نے کہا۔

''یہ کیسے ہوسکتا ہے جناب! ہوسکتا ہے، یہ فون میرے کسی دشمن نے کیا ہو اور وہ اس نامعلوم آدمی کے ذریعے میرے عزیز کو قتل کرادے... تو کیا آپ مجھے گرفتار کرلیں گے۔''

انسپکٹر مشکور نے پریشان نظروں سے اِدھر اُدھر دیکھا، آخر بولا:

''خیر... یہ بعد میں دیکھا جائے گا کہ ہم کیا کریں گے اور کیا نہیں کریں گے... آپ محتاط رہیں اور اس آدمی کی طرف سے جوں ہی کوئی فون ملے... آپ ہمیں اطلاع دے دیں۔''

''تو کیا ہوٹل افشاں کا مالک میرے بارے میں اس نامعلوم آدمی کو بتادے گا... آخر اسے بتانے کی ضرورت ہی کیا ہے... وہ یہ بات اپنے تک رکھ لے یا زیادہ سے زیادہ آپ تک پہنچادے۔''

"اس طرح مجرم گرفتار نہیں ہو سکے گا ... ہم مجرم کو اس کی چالوں میں آ کر ہی گرفتار کر سکتے ہیں۔" انسپکٹر جمشید بول پڑے۔ انسپکٹر مشکور نے چونک کر ان کی طرف دیکھا:

"آپ میری سمجھ میں نہیں آئے جناب ... میں نے کاغذ پر لکھے آپ لوگوں کے نام بھی پڑھے تھے ... دفتر کا نام بھی آپ نے محکمہ سراغرسانی لکھا ہے ... کہیں آپ محکمہ سراغرسانی کے انسپکٹر جمشید تو نہیں ... اوہ ہاں ... آپ نے بچوں کے نام بھی تو وہی لکھے ہیں ... اُف ... میری عقل پر پتھر پڑ گئے تھے شاید جو پہلے یہ نہ سمجھ سکا۔"

"کک ... کیا مطلب ... یہ ... یہ انسپکٹر جمشید ہیں۔" اختر بخاری نے بوکھلا کر کہا۔

"ہاں ... اب مجھے یقین ہو چلا ہے ... آپ جواب کیوں نہیں دے رہے جناب۔"

"آپ کا اندازہ درست ہے۔" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"اوہ! تب تو اس کیس کے سلسلے میں ہمیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔"

"ہاں! ہم نے جو پریشان ہونا شروع کر دیا ہے۔" فاروق بولا۔

"کیس واقعی بہت پیچیدہ اور پُراسرار ہے ... ابھی تک میں کوئی اندازہ نہیں لگا سکا ... اس نامعلوم آدمی نے سیٹھ بھلوان کو ابھی تک فون کیا یا نہیں۔"

"ہم تو اس کا فون سنتے ہی ادھر چلے آئے تھے ... آپ کو کیسے اطلاع ملی تھی؟"

"سیٹھ صاحب کے ذریعے ہی۔" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"کمال ہے ... ہم سے پہلے اس نے آپ کو اطلاع دی۔"

"اپنا اپنا طریقہ کار ہے۔" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"میں ان سے معلوم کرتا ہوں۔" یہ کہہ کر انسپکٹر مشکور نے فون پر ہوٹل افشاں کے نمبر گھمائے۔ سلسلہ ملنے پر اس نے کہا:

"ہیلو سیٹھ صاحب ... انسپکٹر مشکور بول رہا ہوں ... اس نامعلوم اور پُراسرار آدمی کی طرف سے تو ابھی تک فون موصول نہیں ہوا۔" یہ کہہ کر وہ دوسری طرف کی بات سننے لگا اور پھر اس نے ریسیور رکھ دیا۔ اس کے چہرے پر ایک رنگ آ رہا تھا تو دوسرا جا رہا تھا:

"کیوں ... کیا کوئی نئی سنی ہے؟"

"ہاں! اس پُراسرار آدمی نے سیٹھ بھلوان کو فون کیا تھا ... اس نے اسے دھمکی دی ہے کہ اب اس کا ہوٹل کھنڈر میں تبدیل ہو کر رہے گا، کیوں کہ اس نے پولیس کی مدد کرنے کا پروگرام بنا لیا ہے۔"

"اوہ ... تو اسے یہ اطلاع بھی مل گئی کہ سیٹھ بھلوان نے پہلے ہمیں اطلاع دی ہے۔"

"جی ہاں!"

"پھر تو ہمیں اس ہوٹل کی حفاظت کا بھی بندوبست کرنا پڑے گا ... آپ اس سلسلے میں فوری اقدام کریں ... ہم بھی ہوٹل پہنچتے ہیں۔"

"اچھی بات ہے۔"

"اور جناب اختر بخاری ... جوں ہی اس کا فون ملے ... فون پر وہ جو کچھ کہے، آپ ہمیں اطلاع دے دیں۔"

"مم ... میں ایسا کس طرح کر سکتا ہوں۔" اختر بخاری کانپ گیا۔

"کیوں ... کر کیوں نہیں سکتے۔" انسپکٹر جمشید نے برا سا منہ بنایا۔

"کیا آپ چاہتے ہیں ... وہ میری کوٹھی کو بھی کھنڈر بنا دے۔"

"اوہ!" ان کے منہ سے ایک ساتھ نکلا۔

"آپ کے حق میں بہتر یہی رہے گا کہ ہمیں ساتھ ساتھ اطلاع دیتے رہیں ... آگے آپ کی مرضی۔" انسپکٹر جمشید نے منہ بنا کر کہا۔

وہ کوٹھی سے باہر نکل آئے ... انسپکٹر مشکور تو فوراً تھانے کی طرف روانہ ہو گئے۔

"حالات عجیب تیزی سے بڑھ رہے ہیں، لیکن ہم ہیں کہ گھن چکر بنے ہوئے ہیں۔" محمود بڑبڑایا۔

"بعض اوقات گھن چکر بنے رہنے میں بھی مزا ہے ... میرا خیال ہے ... اب ہمیں بھی دو حصوں میں تقسیم ہو جانا چاہیے ... فرزانہ تم میرے ساتھ چلو گی ... محمود، فاروق ... تم دونوں الگ جاؤ گے۔" یہ کہتے ہی انسپکٹر جمشید نے ایک ٹیکسی کو رُکنے کا اشارہ کیا ... جوں ہی وہ رُکی ... انھوں نے اس کا دروازہ کھولا اور اس میں بیٹھ گئے۔

"لیکن ابا جان ... ہم کیا کریں؟" محمود بوکھلا کر بولا۔

"جو تمہارا دل چاہے۔"

ان الفاظ کے ساتھ ہی ٹیکسی آگے بڑھ گئی ... محمود اور فاروق سڑک پر کھڑے رہ گئے ... دونوں حیرت زدہ انداز میں ایک دوسرے کی طرف دیکھ رہے تھے ... اسی وقت ایک ٹیکسی ان کے قریب آ کر رُکی ... ڈرائیور منہ باہر نکال کر بولا:

"وہ آپ کو چھوڑ کر چلے گئے تو کیا ہوا ... میں آپ کی خدمت کے لیے حاضر ہوں۔"

"شکریہ جناب ... آپ نے شفیق پریس دیکھا ہے۔"

"پورے قصبے میں بس ایک ہی تو پریس ہے ... ظاہر ہے، وہ شفیق پریس ہی ہوگا۔"

"تو پھر ہمیں ذرا وہاں تک لے چلیے۔"

"تشریف رکھیے نا ... اسی لیے تو حاضر ہوا ہوں۔"

"بھئی واہ ... ایسے ٹیکسی ڈرائیور آج کل ذرا کم ملتے ہیں۔"

فاروق نے خوش ہو کر کہا۔

"چلیے خیر ... ملتے تو ہیں۔"

اور پندرہ منٹ کے بعد اس نے انھیں شفیق پریس کے ساتھ اُتار دیا:

"میرا خیال ہے ... ہمارا ساتھ اس قدر مختصر نہیں ہونا چاہیے۔" محمود نے ٹیکسی ڈرائیور سے کہا۔

"میں ہر طرح حاضر ہوں۔" اس نے جواب دیا۔

"تو پھر ہمارا انتظار کیجیے۔"

یہ کہہ کر وہ آگے بڑھ گئے ... شفیق پریس کا مالک ایک بوڑھا آدمی تھا ... اس نے انھیں تیز نظروں سے گھورا، پھر بولا:

"ہاں ... کیا بات ہے؟"

"یہ پوسٹر آپ نے چھاپا ہے، اس پر آپ کے پریس کا نام لکھا ہے۔" محمود نے جیب سے تہ کیا ہوا پوسٹر نکالا اور اس کے سامنے پھیلا دیا۔ یہ اس نے ہوٹل کے ہال میں جیب میں رکھ لیا تھا۔

"ہاں! یہیں سے چھپا ہے ... تو پھر ... کیا ہوا؟"

"چھپوانے والے کا نام؟"

"راجا سنز ... بازار کمہاراں۔"

"شکریہ ... آؤ بھئی چلیں۔"

دونوں راجا سنز کے دفتر میں داخل ہوئے:

"یہ اشتہار آپ نے چھپوایا ہے جناب؟" محمود نے اشتہار دکھا کر کہا۔

"جی ہاں! اس لیے کہ ہم یہی کام کرتے ہیں ... لوگوں کو ان کی ضرورت کی چیزیں چھپوا کر دیتے ہیں اور اپنی کمیشن لیتے ہیں۔"

"یہ اشتہار آپ کو کس نے دیا تھا؟" محمود نے پوچھا۔

"بذریعہ فون اشتہار کا مضمون لکھوایا گیا تھا اور ڈاک کے ذریعے ایک رجسٹرڈ لفافے میں اخراجات بھجوائے گئے تھے۔"

"آپ سے اشتہار وصول کس نے کیا؟"

"رگو بابا نے۔"

"کیا!" محمود اور فاروق کے منہ سے ایک ساتھ نکلا۔ آنکھوں میں حیرت دوڑ گئی۔ (جاری ہے)

ایک جیپ میں چار بھارتی فوجی افسر اپنی کمین گاہ کی طرف بڑھتے نظر آئے۔ جیپ تیز رفتاری سے نالے پر رکھے سیمنٹ کے سلیب پر سے گزری اور ایک کمرے کی عمارت کے سامنے جا رکی۔ کئی بھارتی فوجیوں نے انھیں سلیوٹ کیے اور اُن افسروں کو لے کر کمرے میں داخل ہو گئے۔

میں اس وقت اُسی نالے میں لیٹا ہوا تھا۔ جس کے اوپر سے ابھی جیپ گزری تھی۔ یہ نالہ برسوں سے خشک پڑا تھا۔ جس کی وجہ سے اس کے اندر بے تحاشہ جھاڑ جھنکار اُگا ہوا تھا جو ہم جیسے مجاہدین کے لیے چھپنے کی قدرتی بہترین پناہ گاہ ہوتی ہے۔ میرے پاس کافی سارے ہینڈ گرنیڈ اور اپنی مخصوص رائفل تھی۔ میں اپنے باقی ساتھیوں کے اشارے کا بے چینی سے منتظر تھا۔ میری نگاہیں بار بار اپنے وائرلیس پر جا رہی تھیں۔ جس پر مجھے اشارہ ملنا تھا۔

ف ک انصاری۔ جھنگ

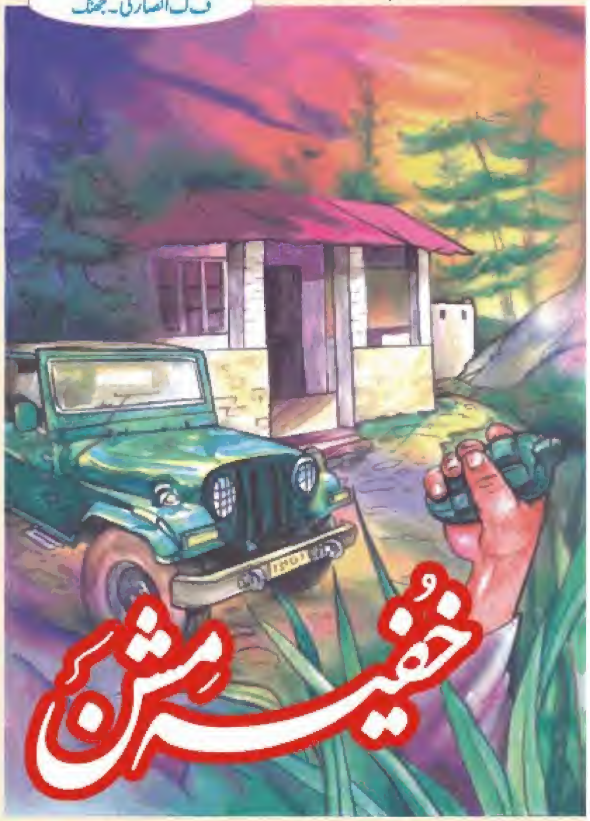

خفیہ مشن

میں اور میرے چار ساتھی، علی، عثمان، ابوبکر اور حیدر اس وقت پانچ مختلف سمتوں میں اپنے اپنے مورچوں میں موجود تھے۔

بھارتیوں کی اس مستقل کمین گاہ میں آج ایک خفیہ میٹنگ تھی جس کے لیے بھارتیوں نے کئی ماہ سے خفیہ طور پر تیاریاں شروع کر رکھی تھیں۔ اردگرد کی تمام جہادی ٹیموں کو بھارتیوں نے مختلف جھڑپوں کے ذریعے ادھر اُدھر چھپنے پر مجبور کر دیا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ ہماری تنظیم کو شک ہو گیا کہ بھارتی کوئی بڑی چال چلنے والے ہیں۔ امیر صاحب نے جاسوس مجاہدوں کو متحرک کر دیا۔ جس سے ہمیں دشمن کی اس خفیہ میٹنگ کی اطلاع ملی، چونکہ یہ میٹنگ کئی ماہ بعد ہونا تھی، لہٰذا ہمیں تیاری کا موقع مل گیا اور میں نے ایک خفیہ مشن ترتیب دیا۔

اس علاقے اور دشمن کی اس کمین گاہ سے میں اچھی طرح واقف تھا۔ اسی لیے میں نے پورا منصوبہ بنا کر امیر صاحب کے سامنے رکھا۔ منصوبے کی کچھ کمزوریاں امیر صاحب نے دور فرمائیں اور چار مجاہد میرے حوالے کیے۔ پھر فرمایا، آج سے ہی منصوبے پر عمل شروع کر دو۔ اسی دوران ایک بے وقوفی کی وجہ سے میں بھارتیوں کے ہتھے چڑھ گیا اور ایک ماہ ان کی جیل کی ہوا کھانا پڑی۔

خیر ہم نے بہت زیادہ احتیاط کے ساتھ بھارتیوں کے اس کیمپ کے متعلق معلومات جمع کیں، ہمیں پتا چلا کہ یہ اگرچہ عارضی کیمپ کہلاتا ہے، لیکن پھر بھی دو تین سالوں سے مسلسل قائم ہے اور کشمیر میں اکثر جھڑپوں کے احکامات یہیں سے دیے جاتے ہیں۔ کئی کئی ماہ اسے بالکل ویران چھوڑ دیا جاتا ہے تا کہ مجاہدین اسے دشمن کا عارضی کیمپ ہی تصور کریں اور دشمن اس میں کافی حد تک کامیاب بھی رہا تھا، کیونکہ مجاہدین تو ٹھکانے بدلتے رہتے ہیں۔ لہٰذا کسی بھی جہادی تنظیم کو اندازہ نہ ہو سکا کہ یہ درحقیقت بھارتی فوجیوں کا مستقل اڈا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی زبردست نصرت کہ اُس نے ہماری توجہ اس طرف کر دی، تا کہ ہم اس اہم ٹھکانے کو ختم کر سکیں۔ علی حیدر، عثمان اور ابوبکر اپنی اپنی مختلف سمتوں میں بذریعہ سرنگ مورچہ بند تھے۔ دشمن کے اس کیمپ کا بھی تھوڑی سا حدود اربعہ آپ کو سمجھا دوں۔

بھارتی فوجیوں نے اپنا یہ کیمپ دو بڑے نالوں کے درمیان بنایا تھا۔ جس وقت یہ کیمپ بنا ہو گا، اس وقت دونوں نالوں میں سے پانی گزرتا ہو گا، کیوں کہ یہ جگہ قدرے اونچائی پر ہے اور اس کے مشرق کی سمت میں جو نالا ہے، اس میں پانی مسلسل جاری رہتا ہے۔ اس طرف نشیب میں بے شمار چھوٹے بڑے کھیت ہیں۔ اسی نالے کے پانی سے بھارتی نہاتے دھوتے بھی ہیں۔ یہی پانی کھیتوں کو بھی سیراب کرتا ہے۔ جب کہ مغرب کی سمت والا نالا جو کہ شمالاً جنوباً بہتا تھا، وہ عرصے سے خشک پڑا ہے۔ اس میں جھاڑیاں اُگ گئی ہیں۔ جو اتنی بڑی ہیں کہ کئی جگہ تو پتا بھی نہیں لگتا کہ یہاں نالا ہے۔ جو ڈھونڈھا ڈھونڈ کر جائے، اُسے ہی پتا لگتا ہے۔

اسی نالے کے دوسری جانب کافی زیادہ خاردار جھاڑیاں اور کانٹے دار درخت ہیں جن کی وجہ سے عام لوگ تو اس طرف آتے ہی نہیں۔ اسی خشک نالے پر دشمن نے اتنی جگہ پر سیمنٹ کے وزنی سلیب رکھ دیے تھے جن پر سے جیپ آسانی سے گزر کر آ سکے۔ ویسے تو افسران کی یہ جیپ شاید سال میں ایک بار ہی آتی ہے۔ اسی لیے جہادی تنظیموں کو اس کی خبر بھی نہیں ہو سکی کہ اس طرف کوئی دشمن بھی چھپ کر بیٹھا رہتا ہے۔

ہم پانچوں ساتھیوں نے کئی کئی میلوں سے اپنی اپنی سرنگ بنانا شروع کی تھی۔ جو راتوں میں بناتے تھے۔ میری سرنگ کا آخری سرا سلیب کے نیچے کھلتا تھا۔

سرنگ بنانے کا مقصد ایک تو دشمن سے چھپ کر اُن کی کمین گاہ تک پہنچنا تھا۔ دوسرا یہ کہ خطرے کی صورت فرار کے لیے بہترین راستہ تھا جس سے دشمن ناواقف تھا۔

میں سرنگ سے باہر سلیب کے عین نیچے لیٹا ہوا تھا۔ اُسی وقت وائرلیس پر مخصوص ہلکی ٹون بجی۔ بس یہی وہ اشارہ تھا جس کا میں گھنٹے بھر سے انتظار کر رہا تھا۔ اشارہ ابوبکر نے دیا تھا۔

میں اشارہ پاتے ہی فوراً سلیب کے نیچے سے نکل کر نالے میں اُگی جھاڑیوں میں آ گیا اور اپنے گرنیڈ تھیلے سے نکال کر زمین پر ڈھیر کر دیے اور اس سے پہلے کہ میں پہلا گرنیڈ پھینکتا، ایک کان پھاڑ دینے والا دھماکا ہوا۔ غالباً ابوبکر نے پہل کر دی تھی۔ اسی وقت میں نے بھی منہ سے ایک گرنیڈ کی پن نکالی اور کیمپ کی طرف پوری قوت کے ساتھ اچھال دیا۔ دھماکوں پر دھماکے اور بھارتی فوجیوں کی چیخوں نے آسمان سر پر اٹھا لیا تھا۔ میرے پاس دس بارہ گرنیڈ تھے۔ میں نے جوشِ ایمانی میں یکے بعد دیگرے تین چار گرنیڈ دشمن کی کمین گاہ پر اچھال دیے۔ ہم اس کیمپ کے ایک بھی بھارتی کو زندہ چھوڑنے

بچوں کا اسلام کی تبدیلیات

حافظہ ثنا کوثر، حافظہ حور العین۔ ملتان

بچوں کا اسلام میں بہت ساری تبدیلیاں ہوئی ہیں۔ آج ہم آپ کو وہ تبدیلیاں بتائیں گے اور تجویز پیش کریں گے کہ کچھ اور تبدیلیاں بھی ہونی چاہییں تو سب سے پہلی تبدیلی یہ ہوئی کہ بچوں کا اسلام پہلے اخبار کی صورت میں ہمارے سامنے حاضر ہوتا تھا، لیکن اب میگزین کی صورت میں حاضری دیتا ہے۔ دوسری تبدیلی یہ کہ پہلے ہمیں خطوط آئینے کی صورت میں ملتے تھے، یعنی بچوں کا اسلام میں خطوط کا آئینہ ہوتا تھا اور اب آمنے سامنے بات ہوتی ہے۔ تیسری تبدیلی یہ کہ پہلے خبریں آصف مجید سناتے تھے۔ خبرنامہ بچوں کا اسلام سے، لیکن اب ان کی جگہ محمد شاہد فاروق نیوز چینل نے لے لی ہے۔ چوتھی تبدیلی یہ آئی کہ بچوں کا اسلام پہلے چوڑائی میں زیادہ ہوتا تھا، لیکن اب بقول محمد شاہد فاروق بچوں کا اسلام پر فالج کا حملہ ہوا ہے، اس لیے بچوں کا اسلام سکڑنا شروع ہو گیا ہے اور اس کے ساتھ ہی یہ تبدیلی خواتین کا اسلام کو بھی لاحق ہو گئی ہے۔ پانچویں بیماری! اوہ معاف کیجیے گا! پانچویں تبدیلی یہ کہ قہقہہ نہیں مسکراہٹ یعنی مسکراہٹ ہر طرف بکھری ہوتی تھی اور اب مسکراہٹ کے پھول صرف آدھے صفحے سے بھی کم جگہ پر بکھرے ہوتے ہیں۔ جنھیں چنتے ہوئے ایک منٹ سے بھی کم وقت لگتا ہے اور ہم تجویز پیش کرتے ہیں کہ دو باتیں کا نام تبدیل کر کے سو باتیں رکھ دیا جائے تو بہتر ہوگا، کیونکہ ہم نے اکثر قارئین کو یہ کہتے سنا ہے کہ اشتیاق احمد دو باتیں کی جگہ سو باتیں کر جاتے ہیں۔ اب ہم اجازت چاہتے ہیں، ورنہ ہمارے نزدیک سب سے بڑی تبدیلی یہ آئے گی کہ اشتیاق احمد ہماری معصوم سی تحریر کو بچوں کا اسلام میں جگہ دینے کے بجائے اپنی وسیع و عریض محترمہ ردی کی ٹوکری میں جگہ دیں گے۔

کے روادار نہیں تھے۔ دشمن کے اس کیمپ نے کشمیریوں کی زندگیاں اجیرن کر رکھی تھیں۔ بھارتی فوجیوں کے ساتھ ساتھ ان کی اعلیٰ قسم کی جیپ کے بھی پرخچے اڑ گئے تھے۔ ہم اگر مورچہ بند نہ ہوتے تو دھماکوں کی وجہ سے اڑتے پتھروں کی زد میں آ جاتے۔ میں ہر دھماکے کے فوراً بعد سلیب کے نیچے گھس جاتا تھا۔ بموں کا شور کچھ لمحوں کے لیے تھما تو مجھے محسوس ہوا جیسے سلیب کے اوپر کوئی موجود ہے۔ مجھے خطرے کا شدید احساس ہوا، کیوں کہ اگر دشمن نے اندھا دھند فائرنگ کی اور گولی میرے قریب زمین پر بکھرے کسی ایک گرنیڈ پر بھی لگ گئی تو میرے ساتھ ساتھ یہ سلیب بھی اڑ جائے گا۔ میں سوچنے لگا کہ اُس پر کیسے وار کروں، کیوں کہ اس نے میری جھلک بھی دیکھ لی تو فائر کر دے گا۔ میں ابھی سوچ ہی رہا تھا کہ ایک بھارتی دشمن نالے میں میرے بہت قریب گرا، شدید زخمی تھا اور غالباً جان بچا کر بھاگنا چاہ رہا تھا۔

میں ابھی اس پر فائر کرنے کے لیے لیٹے لیٹے اپنی رائفل سیدھی کر رہا تھا کہ اسی وقت وہ دشمن جو سلیب کے اوپر تھا نالے میں کود گیا۔ وہ کودا تو اپنے زخمی ساتھی کو اٹھانے کے لیے تھا مگر مجھے موقع مل گیا۔ میں نے دونوں پر فائر کھول دیا۔ وہ وحشت و حیرانی آنکھوں میں سجائے داصل جہنم ہوئے۔

میں نے گرنیڈ کا خیال چھوڑا اور رائفل لے کر نالے کے کنارے آ بیٹھا۔ تاکہ ادھر سے بھاگنے والوں کو نشانہ بنا سکوں مگر پھر کسی کو ادھر آنے کا موقع نہ مل سکا۔

صرف پندرہ منٹ بعد میدان صاف تھا۔

دھویں کے بال چھٹنے کا ہم نے انتظار نہیں کیا۔ اپنی اپنی رائفل تانے پانچوں اپنے مورچوں سے نکل آئے اور دشمن کی کمین گاہ کو چھاننے لگے کہ کوئی دشمن زندہ نہ بچ گیا ہو۔

دشمن تو کیا بچتا، پے در پے گرنیڈ گرنے سے وہ ایک واحد کمرے کی عمارت بھی زمیں بوس ہو چکی تھی۔ اس کیمپ میں آج بیس پچیس دشمن موجود تھے۔ جن میں بھارتیوں کے بڑے افسران کے ساتھ ایک بھارتی وزیر بھی تھا۔

آج ہم حقیقت میں بھارتیوں کے دانت کھٹے کرنے میں کامیاب ہو گئے تھے۔ اس زبردست کامیابی پر ہم پانچوں کے منہ سے بیک وقت نکلا:

''نعرۂ تکبیر! اللہ اکبر۔''

محبت الٰہیہ کتب کا پیکیج

فقیہ العصر مفتی اعظم حضرت اقدس مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

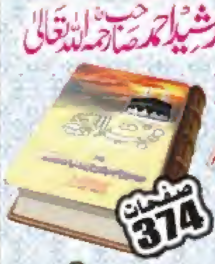

محبتِ الٰہیہ

صفحات 374

2 عورت کے بندے
3 فتنہ انکار حدیث
4 بدعات مروجہ
5 نماز میں مردوں کی غفلتیں
6 نفس کے بندے
7 نماز میں خواتین کی غفلتیں
8 اسلام میں ڈاڑھی کا مقام
9 مرض و موت
10 اصلاحِ خلق کا الٰہی نظام

اصل قیمت ~~750/=~~

رعایتی قیمت 450/=

منی آرڈر روانہ فرمائیں ڈاک خرچ مفت

کتاب گھر

السادات سینٹر بالمقابل دارالافتاء والارشاد ناظم آباد نمبر 4، کراچی 75600

فون: 021-36688747,36688239

ایکسٹینشن: 211 موبائل: 0305-2542686

مجھ سے بڑھ کر

ہاشین۔ کراچی

موٹر سائیکل کے حادثے کی وجہ سے ایک مہینے تک ہسپتال میں داخل رہنے کے بعد ندیم صاحب گھر لوٹے تو اپنے گھر، اہلیہ اور بیٹی کی ابتر حالت دیکھ کر کہنے لگے:

''مجھے اچھی طرح اندازہ ہے کہ میری بیماری پر کتنا زیادہ خرچ ہو چکا ہے۔ گھر کا زیور اور قیمتی سامان سب بک گیا، یہاں تک کہ فاقوں کی نوبت آ گئی۔ اگر اللہ تعالیٰ اسباب پیدا نہ کرتا اور مجھے عین وقت پر قرضہ نہ ملتا تو نہ میرا علاج مکمل ہوتا اور نہ ہی گھر میں راشن کا انتظام ہو پاتا۔ بہر حال اب مجھے ایک سال کے معین وقت میں یہ قرضہ اُتارنا ہے، چونکہ اپنے ملک میں رہتے ہوئے اتنے بڑے قرضے کو مقررہ وقت کے اندر ادا کرنے کی کوئی سبیل نظر نہیں آ رہی تھی، اس لیے میں نے ہسپتال میں رہتے ہوئے ہی اس بارے میں غور و فکر شروع کر دیا تھا، چنانچہ مجھے اپنے ایک دوست کے ذریعے ایک عرب ملک میں تین سال کے معاہدے پر نوکری مل گئی۔ چند دنوں کے بعد میں وہاں چلا جاؤں گا۔ اگر قرض کا معاملہ نہ ہوتا تو میں ایسا معاہدہ ہرگز نہیں کرتا۔ اب مجھے تم دونوں کی اجازت درکار ہے۔''

اہلیہ نے ناگواری کے انداز میں کہا۔ ''ہم دونوں کی یا صرف میری؟ اور آپ کو تین سال کا معاہدہ کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ جب آپ وہاں سے ایک سال کے اندر قرض ادا کر دیں گے تو مزید رُکنے کی کیا وجہ ہے؟''

ندیم صاحب گویا ہوئے:

''سنو! جس کمپنی سے معاہدہ ہوا ہے، انھوں نے مجھے تین سال کا پابند کیا ہے۔ اس دوران میں کسی بھی صورت میں اور کسی بھی وجہ سے یہاں واپس نہیں آ سکتا اور تم دونوں سے اجازت مانگنے کی وجہ یہ ہے کہ بیماری کے دوران میں نے اللہ تعالیٰ سے توبہ کر کے یہ عزم کیا ہے کہ خود بھی ڈاڑھی رکھ لوں گا اور تم دونوں کو بھی پردے کا پابند بناؤں گا، چنانچہ اگر تم دونوں پردہ شروع کرنے کا وعدہ کرو گی تو میں اطمینان سے وہاں جا کر کام کر سکوں گا جس سے نہ صرف قرضہ اتر جائے گا، بلکہ گھر کے حالات بھی اچھے ہو جائیں گے، زینب بیٹی کی تعلیم بھی جاری رہے گی اور واپسی میں میں ان شاء اللہ اتنا لے آؤں گا کہ بڑے پیمانے پر کوئی اپنا کاروبار شروع کر سکوں اور اگر تم دونوں پردہ شروع نہیں کرو گی تو بھی اُس صورت میں میں اللہ تعالیٰ سے کیا ہوا اپنا عزم پورا کروں گا اور یہیں رہ کر ہی تم دونوں کو ترغیب و تدبیر کے ذریعے اور شرعی حدود کے اندر رہتے ہوئے سختی سے پردے کا پابند بناؤں گا۔''

چند لمحات کی خاموشی کے بعد اہلیہ نے کہا: ''ٹھیک ہے، میری طرف سے اجازت ہے۔ کمانے اور قرض اتارنے کے لیے آپ کا جانا بہت ضروری ہے۔ زینب کے بارہویں کے امتحان چل رہے ہیں۔ اسے پڑھنے کا اتنا شوق ہے کہ ہر سال اول آتی ہے۔ اس کی پڑھائی کی خاطر مجھے پردہ کرنا ہی پڑے گا۔''

''کیوں بیٹی! تمہارا کیا خیال ہے؟'' ندیم صاحب نے نم آنکھوں سے بیٹی کو دیکھ کر کہا۔

جواب میں زینب نے کہا:

''ابو! اللہ تعالیٰ نے آپ کو نئی زندگی دی ہے۔ میں تو خود یہ سوچ رہی تھی کہ اُس رب کا کیسے شکر ادا کروں۔ میں ابھی سے پردہ شروع کر رہی ہوں۔''

''شاباش بیٹی۔'' ندیم صاحب نے خوش ہو کر کہا۔

چند دنوں بعد ندیم صاحب نوکری کے لیے دوسرے ملک چلے گئے، وہ پابندی سے پیسے بھیجتے رہے۔ انھیں جب پتا چلا کہ زینب بہت عمدہ نمبروں سے ایف اے میں پاس ہوئی ہے تو فون کر کے انھوں نے خوب دعائیں دیں اور مزید تعلیم جاری رکھنے کی تاکید کی۔ وہ وقتاً فوقتاً پردے کے بارے میں لیا ہوا وعدہ یاد کرواتے اور ماں بیٹی پر بہت خوش ہوتے۔ وہ زینب کو بار بار تاکید کرتے کہ وہ پیسوں کی پروا کیے بغیر مہنگے سے مہنگا اور اچھے سے اچھا تعلیمی ادارہ منتخب کر کے پڑھائی کا سلسلہ خوب زور شور سے جاری رکھے۔ وہ اسے بار بار یہ یقین دلاتے رہے کہ قرض اترنے کے بعد اب کمائی ہوئی رقم کا بہترین مصرف اُس کی پڑھائی سے زیادہ کوئی نہیں ہو سکتا۔ وقت کا پہیہ تیزی سے گھومتا رہا، یہاں تک کہ تین سال مکمل ہو گئے۔ تحائف سے بھرے سوٹ کیس لے کر ندیم صاحب گھر میں داخل ہوئے تو اہلیہ اور بیٹی نے اُن کا بھرپور استقبال کیا۔ چند دن خوب گہما گہمی رہی۔ دوستوں اور رشتے داروں کا تانتا بندھا رہا۔ پھر ندیم صاحب نے اہلیہ اور بیٹی کو قریب بلا کر پوچھا۔

''یہ بتاؤ! تم لوگوں نے میری ہدایت پر اتنے اچھے طریقے سے کیسے عمل کر لیا اور پابندی سے پردہ شروع کیا اور زینب بیٹی تم مجھے پہلے اپنی بارہویں جماعت کی سند اور مارکس شیٹ لا کر دکھاؤ اور اُس کے بعد اُسی ترتیب سے اپنی سندیں لا کر دکھاؤ جس ترتیب سے تم نے مختلف امتحانات پاس کیے ہیں۔''

اہلیہ نے کہا: ''آپ زیادہ جذباتی نہ ہوں۔ آپ کی عدم موجودگی میں آپ کی ہدایات پر مکمل عمل ہوا ہے، البتہ بارہویں کے بعد زینب نے پرائیویٹ بی اے کیا ہے اور آج کل پرائیویٹ ایم اے کر رہی ہے۔''

''کیا کہا! پرائیویٹ ایم اے، یعنی گھر میں بیٹھے بیٹھے پڑھ رہی ہے۔ بغیر اساتذہ کے بھی کوئی پڑھائی ہوتی ہے۔ میں نے اتنے پیسے بھیجے تھے، وہ کیا ہوئے؟

حاضر جوابی

ام حسان۔ لاہور

فقہ کا مسئلہ ہے کہ جماعت کے ساتھ نماز میں مقتدی سورۃ فاتحہ اور قرآن کی کوئی آیت نہیں پڑھتے، امام پڑھتا ہے اور سب لوگ خاموش کھڑے رہتے ہیں۔ فقہ حنفی کے مشہور امام امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا یہی مسلک ہے۔ ایک دفعہ بہت سے لوگ جمع ہو کر امام صاحب کے پاس آئے۔ انھوں نے کہا:

''آپ امام کے پیچھے قرآن پڑھنے سے نمازیوں کو کیوں روکتے ہیں۔ ہم آپ سے مناظرہ کریں گے۔''

امام صاحب نے فرمایا کہ اتنے بہت سارے آدمیوں سے میں تنہا کیسے بحث کر سکتا ہوں، آپ لوگ اپنے میں سے ایک آدمی کو منتخب کر لیں۔ وہ آپ سب کی طرف سے مجھ سے بات کرے اور اس کی بات آپ سب کی بات سمجھی جائے گی۔ لوگوں نے امام صاحب کی اس بات کو بڑی خوش دلی سے قبول کر لیا۔ امام صاحب نے فرمایا کہ جب آپ لوگوں نے یہ بات منظور کر لی تو پھر بحث ہی ختم ہو گئی۔ آپ نے جس طرح ایک شخص کو سب کا نمائندہ بنا دیا، اسی طرح نماز میں امام بھی تمام نمازیوں کا نمائندہ ہوتا ہے اور اس کی قرأت سب کی قرأت ہوتی ہے۔ پورا مجمع حیرت سے ایک دوسرے کا منہ تک کر واپس ہو گیا۔ دراصل ان کا یہ برجستہ جواب رسول کریم ﷺ کی ایک حدیث کی دلنشین تشریح تھا جس کا مطلب یہ ہے کہ جب امام پڑھے تو باقی نمازی خاموش رہیں۔

(بحوالہ حکایات و واقعات)

مسکراہٹ کے پھول

☆ ماسٹر صاحب نے بچوں کو کاہلی پر مضمون لکھ لانے کے لیے کہا۔ دوسرے دن ایک بچے نے خالی کاپی ماسٹر صاحب کے سامنے کردی۔ انھوں نے پوچھا، یہ کیا، خالی کاپی دکھا رہے ہو، اس نے جواب دیا:
''ماسٹر صاحب! کاہلی تو پھر اسی کو کہتے ہیں۔''
(رابعہ افضل۔ ہارون آباد)

☆ ڈرائیور: جناب گیس ختم ہوگئی ہے۔ گاڑی آگے نہیں جاسکتی۔
کار کا مالک: کوئی بات نہیں! پیچھے لے چلو۔

☆ ڈاکٹر: میں نے آپ کو یادداشت تیز کرنے والی گولیاں دی تھیں۔ ان سے کیا بنا؟
مریض: ڈاکٹر صاحب! یہ کب کی بات ہے۔
(اسامہ۔ میاں چنوں)

☆ ایک سردار دوست کے گھر ناشتے کی دعوت پر گیا۔ میزبان نے پوچھا:
''آپ کو انڈا بنوادوں۔''
سردار نے کہا:
''نہیں! میں سردار ہی ٹھیک ہوں۔''

☆ پولیس آفیسر: تم نے اتنے افراد کو گاڑی کے نیچے کیسے کچلا؟
سردار: جناب میں گاڑی تیز چلا رہا تھا۔ بریک لگائی تو وہ فیل ہوگئی۔ اب ایک طرف دو آدمی جا رہے تھے، دوسری طرف پوری بارات جا رہی تھی۔ آپ ہی بتائیں، میں کیا کرتا۔
پولیس آفیسر: گاڑی دو آدمیوں کی طرف کرتے، نقصان کم ہوتا۔
سردار: میں نے یہی کیا تھا، لیکن وہ دونوں ذرا بھاگے اور بارات میں گھس گئے۔ مجبوراً میں نے بھی گاڑی بارات کی طرف دوڑا دی۔
(خولہ بنت قاری محمد شفیق پانی پتی۔ جھنگ صدر)

☆ ایک دیہاتی پہلی مرتبہ شہر میں آیا۔ ایک پان والے کی دکان نظر آئی۔ لوگ دھڑا دھڑ پان خرید رہے تھے۔ اس نے سوچا، نہ جانے کیا چیز ہے، کھا کر دیکھنی چاہیے، چنانچہ اس نے ایک پان خریدا۔ پان والے نے اسے میٹھا پان بنا دیا۔ اسے بہت مزا آیا۔ وہ اوپر تلے دس بارہ پان کھا گیا۔ دوسرے دن پان والے کے پاس سے گزرنے لگا تو پان والے نے کہا:
''بھائی کیا بات ہے، آج پان نہیں کھاؤ گے۔''
دیہاتی نے جواب دیا:
''نہیں! آج میں کھانا کھا کر آیا ہوں۔''
(حفصہ منور دین۔ فیصل آباد)

☆ استاد: بتاؤ! قرضِ حسنہ کسے کہتے ہیں۔
شاگرد: جناب! جو قرض ہنس ہنس کے دیا جائے، اسے قرضِ حسنہ کہتے ہیں۔ (عبدالرؤف۔ کراچی)

☆ بھکاری: (عورت سے) آپ کی پڑوسی خاتون نے مجھے خوب پیٹ بھر کر کھانا کھلایا ہے، آپ بھی کچھ اللہ کے نام پر دیں۔
عورت: اچھی بات ہے! ابھی لاتی ہوں۔
بھکاری: جی! کیا لاتی ہیں۔
عورت: ہاضمہ کی دوا۔ (ام حبیبہ۔ جھنگ صدر)

☆ ماں: بیٹا آج تمھارا اسکول میں پہلا دن تھا، کیا کچھ سیکھا۔
بیٹا: کچھ بھی نہیں ماں! اب کل پھر جانا پڑے گا۔ (انور علی۔ ماموں کانجن)

☆ مجسٹریٹ: تم پر جوتے چرانے کا الزام ہے۔ کیا واقعی تم نے جوتے چرائے ہیں۔
چور: جی نہیں! میں تو یہ اللہ کے گھر سے اٹھا کر لایا ہوں۔ (رمضان بیگ۔ مردان)

☆ ماں: بیٹے تم رک رک کر کیوں پڑھتے ہو۔ منی کو دیکھو، یہ تو فر فر پڑھتی ہے۔ پڑھنا منی۔
منی: فر فر فر۔ (محمد جاوید اسلم۔ لاہور)

☆ استاد: تمھاری مادری زبان کون سی ہے۔
شاگرد: کوئی سی بھی نہیں۔
استاد: یہ کیا بات ہوئی۔
شاگرد: جی میری امی گونگی ہیں۔
(توفیق احمد پاشا۔ کراچی)

☆ سردار: (فون پر) کون بول رہا ہے۔
دوسرا سردار: میں بول رہا ہوں۔ تم کون ہو۔
پہلا سردار: ادھر سے بھی میں بول رہا ہوں۔
(مبین انجم۔ فیصل آباد)

کیوں کسی بڑی یونیورسٹی میں داخلہ نہیں لیا؟ میرے خوابوں کو چکنا چور کر دیا۔ میری اتنی محنت ضائع کر دی۔ تم لوگوں کو اندازہ نہیں ہے کہ وہاں مجھے کتنا سخت قسم کا کام دن رات کرنا پڑا۔'' ندیم صاحب غصے میں بولتے چلے گئے۔

''ابو! آپ کو پتا ہے کہ مجھے پڑھنے کا کتنا شوق ہے، لیکن اس کے باوجود میں نے یہ سب آپ ہی سے کیے ہوئے وعدے کو نبھانے کے لیے کیا۔'' زینب نے آنکھوں میں آنسو بھرتے ہوئے کہا۔

''کون سا وعدہ؟''

ندیم صاحب کا لہجہ نرم ہو چکا تھا۔

''پردہ کرنے کا۔'' زینب نے کہا۔

''کیا شہر کے سارے لڑکیوں کے کالج بند ہو گئے ہیں؟ کیا برقع پہن کر تم کسی اچھی یونیورسٹی یا لڑکیوں کے کالج میں نہیں پڑھ سکتی تھیں؟ افسوس، تم نے اپنی زندگی کے انتہائی اہم تین سال ضائع کر دیے۔'' ندیم صاحب نے افسوس کرتے ہوئے کہا۔

''ابو! میں نے تقریباً سارے کالج اور یونیورسٹیاں دیکھ لیں۔ کئی میں مخلوط طریقۂ تعلیم ہے اور کئی میں صرف لڑکیوں کو ہی پڑھایا جاتا ہے۔ جن میں صرف لڑکیوں کو پڑھایا جا رہا ہے، اُن میں سے ایک کالج بھی ایسا نہیں ملا جن میں کوئی نہ کوئی مرد استاد نہ ہو۔ اس لیے میں نے پرائیویٹ امتحان دینے کا ہی فیصلہ کیا۔''

ندیم صاحب گویا ہوئے: ''تمھیں چاہیے تھا کہ مجھ سے پوچھ لیتیں۔ میں تمھیں بتاتا کہ مرد اساتذہ کی موجودگی میں نقاب اور برقع پہنے رکھتی اور خواتین اساتذہ کے سامنے اُتار دیتی۔ میں نے اپنے کئی دین دار دوستوں کی بیٹیوں کو ایسا کرتے ہوئے سنا ہے۔''

یہ سن کر ندیم صاحب کی اہلیہ نے کہا: ''دیکھیں! ہماری بیٹی نے اتنا اچھا عمل کیا ہے، لیکن آپ بجائے تائید کرنے کے، اسے الٹی پٹی پڑھا رہے ہیں۔ آپ کی اس بات کا جواب میں دیتی ہوں۔ پہلے آپ مجھے یہ بتائیں کہ آپ نے ڈاڑھی رکھنے کا عزم کیا تھا، اُس کے مطابق آپ نے پوری ایک مٹھی ڈاڑھی کیوں رکھی ہوئی ہے؟ تھوڑی سی کیوں نہیں رکھی ہوئی؟ میں نے بھی اپنے کئی دین دار سہیلیوں کے دین دار شوہروں اور بھائیوں کو چھوٹی چھوٹی ڈاڑھی رکھتے ہوئے سنا ہے۔''

ندیم صاحب نے سمجھانے کے انداز میں کہا۔ ''ارے بیگم! چھوٹی چھوٹی ڈاڑھی رکھنے سے ڈاڑھی کی حقیقت حاصل نہیں ہوتی۔ یہ تو محض اپنے آپ کو دھوکا دینا ہے۔''

''اسی طرح مرد اساتذہ کے سامنے برقع پہن کر پڑھنے سے پردہ کی حقیقت حاصل نہیں ہوتی۔ یہ بھی محض اپنے آپ کو دھوکا دینا ہے۔'' اہلیہ نے فوراً کہا۔

ندیم صاحب یہ سن کر گہری سوچ میں ڈوب گئے۔ تھوڑی دیر بعد خوش ہو کر بولے:

''مان گیا بھئی میں مان گیا۔ تم دونوں نے میری نصیحت پر عمل کرنے کا حق میری سوچ سے بڑھ کر ادا کر دیا اور صحیح معنوں میں پردے کی حقیقت حاصل کر لی۔''

یہ سن کر سہمی ہوئی زینب مسکرانے لگی جسے دیکھ کر والدین کے چہروں پر بھی مسکراہٹ بکھر گئی۔

ڈاکٹر صاحب

ادیب علی۔ کراچی

''اعجاز صاحب! مجھے بچالو، اللہ کے واسطے مجھے بچالو، میں مر رہا ہوں، اللہ کے لیے میری مدد کرو۔''

رات کے نو بجے تھے، سردی کا موسم تھا، ہم سب گرم کمبلوں میں گھسے ہوئے تھے، ساتھ ساتھ مونگ پھلی اور چائے کے مزے لے رہے تھے۔

''کرم دین ذرا دیکھنا کون ہے؟'' میں نے ملازم سے کہا۔

''جی صاحب۔'' کرم دین نے دروازہ کھولا تو چیخنے چنگھاڑنے کی آوازیں تیز ہوگئیں۔ میں سمجھ گیا کہ کوئی فقیر آیا ہوگا، بھیک مانگ رہا ہوگا۔ جب وہ دس سے پندرہ منٹ گزرنے کے باوجود نہ گیا تو میں اٹھ کر باہر آیا۔ سخت سردی میں ایک فقیر صورت آدمی سادہ شلوار اور قمیص میں میرے گھر کے دروازے سے لپٹا ہوا تھا۔ کرم دین نے کچھ پیسے دینے کی کوشش کی تو اس نے مطالبہ کیا کہ اسے مجھ ہی سے ملنا ہے۔ کرم دین نے میری ہدایت کے مطابق بہت ٹالا مگر وہ نہ مانا۔ میں نے اسے ڈرائنگ روم میں بلا لیا۔ اس کی حالت بہت بگڑی ہوئی تھی۔ میں جیسے ہی ڈرائنگ روم میں داخل ہوا، حیرت سے اچھل ہی پڑا۔ میرا ہاتھ اپنے پستول پر جم گیا۔

''جہانگیرہ بدمعاش! یہ! یہ تم ہو۔''

''جی اعجاز صاحب یہ میں ہوں۔'' اس کی کاہل سی آواز آئی۔ ''کل تک سارا شہر میرے نام سے کانپتا تھا، لیکن آج میں خود ایک بہت بڑا محتاج ہو گیا ہوں۔''

چھے ماہ گمنام رہنے کے بعد آج وہ اچانک میرے دروازے پر نمودار ہوا تھا۔ ایک طرف پرانے سے برقعے میں لپٹی اس کی بیوی بھی کھڑی تھی۔ اس کے رونے کی آواز بھی سنائی دے رہی تھی۔ میں نے اسے اندر خواتین میں بھیج دیا۔

''کیا ہو گیا جہانگیرہ تجھے۔''

''اعجاز صاحب! میں مر رہا ہوں۔ مجھے صرف آپ بچا سکتے ہیں۔''

''کیا ہوا! بتاؤ تو صحیح؟''

''آپ جانتے ہیں کہ میری کتنی دہشت تھی۔ بچہ بچہ مجھ سے ڈرتا تھا۔ پولیس میری دھمکیوں پر تھانہ خالی کر دیتی تھی۔'' وہ رواں ہو گیا۔

''ہاں مجھے سب یاد ہے۔'' میں نے حامی بھری۔

''پھر اچانک میں غائب ہو گیا۔''

''ہاں پھر؟'' میں نے مختصر سا جواب دیا۔

''اصل میں مجھے جگر کا کینسر ہو گیا ہے۔'' میں سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔

''پھر۔'' میں نے بات کو آگے بڑھایا۔

''میں نے بڑے بڑے ہسپتالوں میں روپ بدل کر دکھایا، آغا خان سے لے کر چھوٹے بڑے ہر ڈاکٹر نے مجھے لاعلاج قرار دے دیا۔''

''لیکن اس میں میں آپ کی کیا مدد کر سکتا ہوں۔'' میں حیران رہ گیا، کیونکہ میرا ڈاکٹری سے کوئی دور کا تعلق بھی نہیں تھا۔

''آپ ڈاکٹر لقمان کو جانتے ہیں۔''

''ہاں! ہاں جانتا ہوں، بہت اچھی طرح جانتا ہوں۔'' ڈاکٹر لقمان نہ صرف میرا دوست بلکہ میرا فیملی ڈاکٹر بھی تھا اور میرے ہی خرچ پر اس نے ڈاکٹری کی تھی۔

''ڈاکٹر لقمان نے میرا علاج کیا ہے اور تین ماہ کے اندر اندر میں ٹھیک بھی ہو گیا تھا۔ لیکن!''

''رک کیوں گئے؟''

''وہ میرے علاج کے پانچ لاکھ اور مانگ رہا ہے، ورنہ علاج نہیں کر رہا۔''

''کیسے نہیں علاج کرے گا، تم کل میرے پاس آؤ، میں اسے دیکھتا ہوں۔''

مجھے ڈاکٹر لقمان پر غصہ آگیا۔ میں نے جہانگیرے کو مطمئن کیا اور اگلے دن کی منصوبہ بندی کرنے لگا۔

☆

''تم تو بچوں کے ڈاکٹر ہو، جگر کے کینسر کا علاج تم نے کہاں سے نکال لیا۔'' میں نے ڈاکٹر لقمان سے پوچھا۔

''ارے تمہیں کس نے بتایا کہ میں نے جگر کے کینسر کا علاج دریافت کیا ہے۔''

''بس معلوم ہو ہی گیا۔''

''اگر معلوم ہو گیا تو کسی کو بتانا نہیں ہے۔''

''لیکن تم نے علاج کیسے نکالا۔'' میرا اصرار تھا۔

''بھائی تمہیں تو معلوم ہے، پڑھنے کا جنون تو مجھے تھا ہی، ایم بی بی ایس، بچوں میں سپیشلائزیشن، اور کینسر کے ساتھ میں نے ڈاکٹری کے ہر مضمون کے لیے الگ الگ مطالعہ کیا۔ بیالوجی، فزکس کے انٹرنیشنل میگزین میرے مطالعہ میں ہوتے ہیں۔ میں اپنے فارمولے بھی تیار کرتا ہوں۔ پانچ چھ مریضوں کا علاج کر چکا ہوں۔'' ڈاکٹر لقمان نے سرگوشی کے انداز میں کہا۔

''لیکن تم یہ سب چیزیں منظر عام پر کیوں نہیں لاتے۔''

''بھائی تم نہیں جانتے، ایک بہت بڑی تعداد ڈاکٹروں کی یہ فارمولا مجھ سے چھیننے کے لیے تیار بیٹھی ہیں۔''

''اگر میں کہوں کہ میرے پاس ایک مریض ہے، کیا تم اس کا علاج کرو گے۔''

''ہاں تم اعتماد کے آدمی ہو، کوئی مسئلہ نہیں۔ اس کی رپورٹیں وغیرہ لازمی چیک کرنی ہوں۔'' میں نے یہ سن کر رپورٹیں اور ایکسرے سب چیزیں اس کے

سامنے پھیلا دیں۔

''نن ... نہیں ... مم ... میں اس کا علاج نہیں کرسکتا۔'' مجھے حیرت کے جھٹکے لگے۔

''کیوں؟''

''میں انسانوں کا علاج کرتا ہوں۔''

''کیا جہانگیرہ جانور ہے؟'' میرے لہجے میں طنز تھا۔

''جہانگیرہ جانور نہیں درندہ ہے، جو اپنے ہی محسن کو کھانے سے گریز نہیں کرتا۔''

''کیا مطلب ہے تمہارا؟''

''اعجاز بھائی ... میں نے جن چھے آدمیوں کا علاج کیا ہے، ان میں یہ جہانگیرہ بھی شامل ہے، لیکن جہانگیرہ نے میرے ساتھ جو وحشت ناک سلوک کیا ہے بس نہ پوچھو۔''

''پھر بھی کچھ تو پتا چلے۔''

☆

''آج سے تین سال پہلے مجھے رات دو بجے شدید ایمرجنسی میں ہسپتال جانا پڑا۔'' ڈاکٹر لقمان نے سنانا شروع کیا۔ ''یہ دسمبر کی ایک ٹھٹھرتی رات تھی۔ برف باری ہو چکی تھی۔ اوس کی وجہ سے میں گاڑی تیز نہیں چلا سکتا تھا۔ اچانک گاڑی ایک موڑ پر مڑی تو فٹ پاتھ پر ایک لاش پر نظر پڑی، میری گاڑی کی لائٹ پڑی تو لاش نے کروٹ لی، میں سمجھ گیا کہ یہ آدمی مردہ نہیں ہے۔ شاید ایکسیڈنٹ ہو گیا ہوگا۔ میں فوراً گاڑی سے اترا۔ چہرہ دیکھتے ہی میری چیخ نکل گئی، یہ جہانگیرہ تھا۔

''اوہ! تو یہ ایسے تمہیں ملا۔''

''جی ہاں! پھر میں اسے گھر لے آیا، اس نے اپنے گھر فون کروایا۔ اس کی بیوی اس کی رپورٹیں لے آئی۔ اس نے پاکستان کے بڑے بڑے ہسپتالوں میں دکھایا۔ ہر ایک نے جواب دیا کہ جہانگیرہ اب صرف 3 ماہ زندہ رہ سکتا ہے۔ اس کا جگر کام کرنا چھوڑ چکا ہے۔''

''پھر؟'' میرا اشتیاق بڑھ گیا۔

''میں نے اپنے بنائے ہوئے فارمولے جہانگیرہ پر استعمال کرنا شروع کیے۔''

''یعنی تم نے جہانگیرہ کو تجربہ گاہ بنایا۔'' میں مسکرایا۔

''نہیں اعجاز یہ بات نہیں، ہماری زندگی میں ایسا ہی ہوتا ہے، یہ تجربے اپنے پیاروں پر ہوتے ہیں، لیکن یہ موقع کوئی پیارا ڈھونڈنے کا نہیں تھا۔'' میں ایک لمبی سانس لے کر رہ گیا۔

''اچھا پھر؟''

''جہانگیرہ نہ صرف بہتر ہونا شروع ہو گیا، بلکہ 5 ماہ کے اندر اس کا جگر بالکل نئے سرے سے کام کرنے لگا۔''

''اوہ واقعی!''

''میں نے اپنی دریافت کے پانچ، چھے کامیاب تجربے کیے، تمام ڈاکٹر حیران رہ گئے، لیکن پھر وہی ڈاکٹر وہ فارمولا حاصل کرنے کے لیے مجھ پر حملہ آور ہوئے۔''

''نن ... نہیں۔''

''ہاں اعجاز صاحب!''

''لیکن اب تم جہانگیرے کا علاج کیوں نہیں کر رہے۔''

''مجھے دھمکیاں دینے والے ڈاکٹروں نے جہانگیرے کو استعمال کیا۔''

''کیا!!!''

''اور جہانگیرہ استعمال ہو گیا ... پھر اس کے ذریعے مجھ پر قاتلانہ حملے کروائے اور جہانگیرہ نے وہ حملے کیے، ایک برس پہلے میری بیوی کا جو انتقال ہوا تھا، وہ جہانگیرے کے زہر دینے کی وجہ سے ہوا تھا۔''

''اُف! اور تم ضبط کر گئے۔''

''ایک ڈاکٹر اسے ضبط نہیں کرے گا تو قوم کا مسیحا کون کہلائے گا۔''

''تم کتنے عظیم ہو لقمان؟''

''میرے بیٹے کو اغوا کر کے اس کی لاش دینے والا بھی یہی جہانگیرہ تھا مگر میں نے حق کی جنگ نہیں ہاری، چند ایک فارمولے دے کر میں نے ڈاکٹروں کا پیٹ بھرنے کی کوشش کی مگر وہ میری موت چاہتے تھے لیکن۔''

''لیکن کیا؟''

''آج جہانگیرہ پھر اسی مرض میں مبتلا ہے، اور ڈاکٹر اس کی موت کو اس سے صرف 6 مہینے کا فاصلہ کہہ رہے ہیں۔ میں سانپ کا علاج نہیں کرنا چاہتا۔''

☆

''دفع ہو جاؤ جہانگیرہ ... میں درندوں کو زندہ رکھنے کا قائل نہیں ہوں، جاؤ کسی ظالم کا دروازہ کھٹکھٹاؤ جو معصوموں کی جان لینے کے لیے ایسے کہتے ہیں جیسے پانی پلانے کا کہتے ہوں ...'' اور جہانگیرہ نامراد میرے دروازے سے چلا گیا۔''

تیار رہیے

بچپن میں سنا تھا کہ دادا ابو نے پولیس کے محکمے کی نوکری چھوڑ کر اپنے کسی رشتے دار کو اپنی جگہ لگوا دیا تھا۔

دادا ابو نے وہ محکمہ کیوں چھوڑا۔ یہ اللہ پاک زیادہ بہتر جانتے ہیں، لیکن ہم نے اپنی طرف سے ہی ایک وجہ تجویز کرلی تھی کہ جب کسی محکمے کا ملازم ذرا بڑی عمر کا ہو جائے تو وہ اپنی جگہ کسی اور کو وہاں لگوا سکتا ہے۔ اس خیال کے تحت اب ہم ذرا مطمئن رہنے لگے ہیں۔ اصل میں اشتیاق احمد کا کالم امید پڑھ کر دل میں ایک امید پیدا ہو گئی ہے۔ لوگ کہتے ہیں نا کہ امید پہ دنیا قائم ہے۔ میڈیا بھی یہی بتا رہا ہے کہ ''ہم سب امید سے ہیں'' سوچا کیوں نا ہم بھی ایک عدد امید پال لیں۔ دیکھیں! آپ کو معلوم ہے نا! بچوں کا اسلام کے قاری اور لکھاری ایک خاندان کی مانند لگتے ہیں، بلکہ ہیں بھی۔ ہم بھی شترمرغ کی طرح ادھ قاری اور ادھ لکھاری کی صورت میں خاندان کا حصہ ہیں اور خاندانی ہونے کی صورت میں پُر امید بھی ہیں۔ وہ اس لیے کہ اشتیاق احمد صاحب کافی بوڑھے ہو گئے ہیں۔ ہزاروں کی تعداد میں انھیں پرچیاں پکڑائی جاتی ہیں مگر وہ انھیں اپنی جیب میں رکھ کر بھول بھال جاتے ہیں اور امید کے نام سے کالم لکھ مارتے ہیں۔ اثر صاحب کا قلم اب بڑھاپے کی وجہ سے ہکلانے لگا ہے۔ رہے شاہد فاروق، جتنے وہ بوڑھے ہیں اس سے کہیں زیادہ مصروف رہتے ہیں۔ اپنی مصروفیات میں سے وقت نکال کر نیوز چینل لکھتے ہیں۔ چونکہ وقت بہت مہنگا ہو گیا ہے، اس لیے اب وہ وقت نکالنے سے کترانے لگے ہیں اور اپنی مصروفیات کے کاروبار کو بڑھانے کی کوشش میں لگ گئے ہیں۔

حافظ عبدالرزاق! اللہ پاک ان کی عمر میں برکت عطا فرمائیں۔ ابھی صرف عنوان ہی لکھتے ہیں کہ کھانسی کا دورہ پڑ جاتا ہے۔ پھر کہانی اور عنوان ایک دوسرے کو اجنبی سمجھنے لگتے ہیں۔ جناب ضیاء اللہ محسن صاحب! بے چارے کبرسنی کی وجہ سے اکثر تنہائی میں بیٹھ کر خونی رشتوں کو یاد کرتے رہتے ہیں۔ پھر وہ ہوتے ہیں اور جھریوں بھرے چہرے پر راستہ بناتی ہوئی آنسوؤں کی لڑیاں، آنسوؤں کے سائے تلے ان کی شمارہ شماری مختصر سے مختصر تر ہوتی جا رہی ہے۔ پیاری پیاری لکھاری بوڑھیاں نادیہ حسن، بینا رانی، ساجدہ بتول، شازیہ نور، ان کو تو بڑھاپے نے تین میں رہنے دیا ہے نہ تیرہ میں مگر مدیر کی سرخ آنکھوں کو دیکھ کر سال میں ایک آدھ حاضری لگوا جاتی ہیں۔ اللہ ان کا زورِ قلم اور زیادہ کرے۔

ہم چھوٹے موٹے لکھاری اور قاری ہیں۔ بہن بھائیوں سے گزارش ہے کہ قلم پکڑنے کی پریکٹس جاری رکھیں، کیونکہ محکمہ بچوں کا اسلام میں بوڑھوں کی تعداد کافی زیادہ ہو چکی ہے۔ اب ان میں قلم کا بوجھ سہارنے کی طاقت نہیں رہی۔ پُر امید رہیں اور تیار رہیں۔ کہیں سے بھی قلم کی آفر آسکتی ہے۔ جی ہاں!

نوٹ! تمام رائٹرز سے معذرت کے ساتھ!

(فاطمہ بخاری عرف شہزادی۔ ڈیرہ غازی خان)

نیوز چینل

محمد شاہد فاروق۔ ایم اے ایم ایڈ۔ پھلور

حسبِ معمول ایک نئے پروگرام کے ساتھ آپ کی خدمت میں حاضر ہیں اور سلام عرض کرتے ہیں۔ پروگرام شروع کرنے سے پہلے ہم آپ سے دو باتیں کرنا چاہتے ہیں مگر ہم آپ کو بتاتے چلیں کہ ہماری دو باتیں نہ تو اشتیاق احمد کے جوابوں کی طرح گول ہوں گی اور نہ ہی جلیبی کی طرح سیدھی، البتہ ڈاکٹر یاشین کی ”ٹیڑھی انگلی“ کی طرح ہو سکتی ہیں۔ اس لیے اگر آپ انھیں تھوڑا سا ٹیڑھا ہو کر پڑھیں گے تو ہم سمجھیں گے کہ آپ ہماری ”دو باتیں“ ”ٹیڑھی آنکھ“ سے دیکھنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ بہر حال پہلی بات یہ ہے کہ بڑے حکیم صاحب نے ایک بار پھر نیوز چینل کے خبری نسخے میں ردو بدل کا مشورہ دے دیا ہے اور ہم نے بڑے حکیم صاحب کو حکیم لقمان سمجھتے ہوئے مشورے کی پٹڑی پر عمل کی ٹرین چلانے کا فیصلہ کیا ہے اور غیر حاضر دماغ نمایندے کو اپنا ”وزیر ریلوے“ مقرر کرتے ہوئے مختلف اخبارات سے خبریں درآمد کرنے کی اجازت دے دی ہے۔ ہم قارئین کو بتاتے چلیں کہ دوسری بات ہم نے سنبھال کر رکھ لی ہے تاکہ مشکل وقت میں اس سے کام چلایا جاسکے۔

آیئے اب بلا تاخیر مختلف خبروں پر غیر حاضر نمایندے کا تبصرہ دیکھتے ہیں۔

- آدھا سچ بولنا جھوٹ بولنے سے بھی برا ہے۔ (ایک وزیر)

اسی لیے آپ اس بری عادت میں نہیں پڑے اور جھوٹ پر جھوٹ بول کر اپنی اچھی عادت کو پختہ کر رہے ہیں۔

- پاکستانی سرحدوں میں بڑھتی ہوئی بھارتی مخالف سرگرمیوں پر نظر ہے۔ (من موہن سنگھ)
  کبھی اپنی آنکھ کا شہتیر بھی دیکھ لیا کریں سردار جی۔
- ڈرون حملوں کے مخالفین کا ایجنڈا سیاسی ہے۔ (ایک سیاست دان)

اور ان مخالفین کی مخالفت کرنے والوں کا ایجنڈا کیا ہے؟ ذرا یہ بھی تو بتادیں۔

- حملہ نہ کرنے کی یقین دہانی کے باوجود حملہ کر دیا گیا۔ (ایک وزیر)
  اگر اعتبار ہے تو آپ خوشی سے مرے کیوں نہیں جناب!
- راشد علی کی گدھا گاڑی خوب تھی۔ (حافظ محمد معاویہ ظفر۔ لاہور)
- آپ نے مفت میں سفر جو کرلیا اس گاڑی پر۔ سیانے سچ کہتے ہیں جس کا کھایئے اسی کا گایئے

کچھ قارئین نے غیر حاضر دماغ نمایندے سے سوالات کیے ہیں۔ آیئے وہ سوالات اور غیر حاضر دماغ نمایندے کے جوابات پر نظر ڈالتے ہیں۔

حافظ ذوالفقار تونسہ شریف:۔ انکل! ”جنگل میں مور ناچا کس نے دیکھا“ آپ اس بارے میں کیا کہتے ہیں۔

غیر حاضر دماغ نمایندہ:۔ بھئی! میں اس بارے میں یقین سے نہیں کہہ سکتا کہ کس نے دیکھا ہوگا، کیونکہ میں اس وقت جنگل میں نہیں تھا۔ ویسے اگر مور کو جنگل میں ناچنا ہی تھا تو پہلے سب کو دعوتی کارڈ بھیجتا تاکہ جنگل میں منگل کا سماں پیدا ہو جاتا اور اعتراض کرنے والوں کے منہ بھی بند ہو جاتے۔

حافظ عثمان علی سرگودھا:۔ ”ہماری بلی ہمیں کو میاؤں“ کی وضاحت کردیں۔

غیر حاضر دماغ نمایندہ: جب آپ اپنی بلی کے حصے کا دودھ بھی خود پی جائیں گے تو آپ کی بلی آپ کو میاؤں ہی کرے گی۔ میاں جی نہیں کہے گی۔ اس لیے بھیگی بلی بننے سے بہتر ہے کہ آپ صرف اپنے حصے کا دودھ پئیں۔

شین صدیقی آف رحیم یار خان نے نیوز چینل کی حمایت کا اعلان کر دیا ہے۔ تفصیلات کے مطابق انھوں نے نیوز چینل پر تنقید کرنے والوں کو کڑی تنقید کا نشانہ بناتے ہوئے کہا کہ نیوز چینل کو نیٹو سپلائی کی طرح جاری رہنا چاہیے۔

ایک دوسری بات! آج کا نیوز چینل لکھتے وقت یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے کسی فاسٹ باؤلر پر باؤنسر اور پار کر مارنے کی پابندی لگا دی جائے۔ اس کے باوجود اگر قارئین ہماری ایسی خبری باؤلنگ کو پسند کریں گے تو ہم مجبوراً ایسی خبری باؤلنگ کے عادی ہو جائیں گے۔ تاہم اگر قارئین کو ہماری یہ خبری باؤلنگ پسند نہ آئے تو ہم ایک بار پھر اپنی روایتی خبری باؤلنگ شروع کر سکتے ہیں۔

اس کے ساتھ ہی کچھڑی ختم ہوئی۔ پلاؤ کا انتظار کیجیے۔ اللہ حافظ!

صرف غذا ہی کمزوری ختم کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے

میزان 24

وزن 400 گرام قیمت 850 روپے

خالص قدرتی اور غذائی اجزاء سے تیار کیا گیا میزان 24 ایک ایسا مرکب ہے جو جسم کے تمام اعضاء کو طاقت دے کر آپ کو صحت مند، توانا اور جاذب نظر بناتا ہے، بھوک اور نیند کی کمی کو پورا کر کے جلد تھکاوٹ کا احساس ختم کرتا ہے۔ نیا اور صاف خون پیدا کر کے چہرے کو بارونق بناتا اور آنکھوں کے گرد سیاہ داغ ختم کرتا ہے، دماغی اور اعصابی قوت پیدا کر کے حافظہ اور نظر کو بھی تیز کرتا ہے، معدہ اور جگر کی اصلاح کر کے بیماریوں سے لڑنے کیلئے قوت مدافعت پیدا کرتا ہے، نیز گیس، قبض، سانس کی تنگی اور پیشاب کے جملہ امراض میں بھی بے حد مفید اور مؤثر ہے۔ متعدل مزاج اور خوشگوار ذائقہ کی بدولت ہر عمر اور موسم میں استعمال کیا جا سکتا ہے۔ (شوگر کے مریض شوگر فری طلب کریں)

دل کا بائی پاس مت کروائیں

صرف ایک بار میزان 14 استعمال کریں

شہد سبزیوں اور مقوی اجزاء سے تیار کی گئی میزان 14 دل کی شریانوں کی تنگی کو ختم کر کے بند والو کو کھولنے والی دنیا کی سب سے کامیاب اور بے ضرر ہربل پروڈکٹ ہے بڑھتے ہوئے کولیسٹرول کو اعتدال پر لا کر دل کو طاقت دیتی ہے۔ بے مثال اور حیرت انگیز نتائج کی حامل یہ پروڈکٹ۔ موٹاپا، جوڑوں کے درد، بلڈ پریشر، فالج، لقوہ، ملیریا بخار اور بواسیر میں بھی بے حد موثر ہے۔

1450

700

اجزاء: شہد، ادرک، لہسن، لیموں، سرکہ سیب مروارید، زہر مہرہ، ورق طلائی، عنبر یشعب

● مولانا ابراہیم، حیدر چائی پٹھان کالونی، بنارس کراچی 0321-2682667
● مرحبا پنسار سٹور، ٹنڈو کوٹ ضلع میر پور خاص (سندھ) 0300-3119312
● حکیم جمال شاہ، مدینہ شاپنگ مال مین طارق روڈ کراچی 0300-2548293
● رحمانی میڈیکل سٹور، ٹنڈو جان محمد میر پور خاص (سندھ) 0307-2100345
● راوی دواخانہ، وڈکی ضلع لورالائی (بلوچستان) 0344-8282359
● یونانی دواخانہ صدیق اکبر چوک، بٹالا ضلع باغ (AK) 0312-8006622
● احسن ہومیو سٹور، گلشن مارکیٹ لورجی روڈ حسن ابدال 0333-5179523
● میاں ہومیو اینڈ ہربل سٹور کربلا روڈ ساہیوال 0322-9814004
● پنجاب ہوزری بٹ مارکیٹ سکول بازار رحیم یار خان 0342-7323604
● الفتح ہومیو کلینک، ضلع مظفر گڑھ 0304-3513351
● مکتبہ علامیہ ناصریہ تحصیل بازار ہارون آباد 0333-4985886
● مکتبہ امیر شریعت عیدگاہ روڈ میلسی 0300-7734614
● بادشاہ دی ہٹی ہوبڑ بازار راولپنڈی 0345-7000088
● شافی دواخانہ شاہی بازار بہاولپور 0307-6679957
● ریاض پنسار سٹور ریلوے روڈ ٹیکسلا 0322-5420834
● فریدیہ دواخانہ نزد مچھلی منڈی دولت گیٹ ملتان 0300-7382825
● ورلڈ ہومیو سٹور گلی عثمان میاں چنوں 0300-8393627
● حکیم داودی عبداللطیف مستونگی (بلوچستان) 0342-3112120
● مفتی فرید مدرسہ اشرفیہ اسلام آباد 0311-0981002
● پروفیسر ڈاکٹر صدیق الاحسان ہسپتال 0334-9624448

مزید مشورہ / کاروباری رابطہ / براہ راست منگوانے کیلئے

حکیم غلام رسول

(40 سالہ تجربہ کار معالج، ماہر نسخہ ساز)

Cell:0312-1624556

پاکستان بھر سے ڈیلرز درکار ہیں

آمنے سامنے

☆ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ: آپ آمنے سامنے کا ایک صفحہ اور بڑھا دیں۔ اس سلسلے کے ذریعے قارئین آپ سے ملاقات کر لیتے ہیں۔ ایک بات اور کبھی کبھار کسی تحریر پر لکھنے والے کا نام نہیں ہوتا۔ اس طرف بھی دھیان دیں۔ (حافظ محمد اشرف۔ حاصل پور)

ج: اس لیے کہ لکھنے والے ہی اپنا نام لکھنا بھول جاتے ہیں۔

☆ شمارہ 592 ہاتھوں میں ہے۔ دو باتیں پرخلوص تھیں۔ آپ خود کو ان پڑھ خیال کرتے ہیں۔ آپ کا خلوص بہت پسند آیا، ''نہار منہ پانی پینا'' مضمون نے حیران کر دیا۔ محمد شاہد فاروق صاحب نے نیوز چینل میں میراذکر کیا۔ ان کی دریا دلی پر ان کا شکریہ۔ فقیر کہانی اچھی لگی۔ (حافظ محمد عثمان علی۔ للیانی سرگودھا)

ج: میں یہ بات سمجھتا نہیں۔ ہوں ہی ان پڑھ۔

☆ شمارہ 593 میں سرورق دیکھ کر ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ خرم صاحب بھی کمال کرتے ہیں۔ کراچی کی سڑک کا زبردست نقشہ کھینچا۔ ڈاکٹر ہاشمین صاحب کا انٹرویو اچھا رہا۔ یہ جان کر زیادہ خوشی ہوئی کہ ان کا تعلق اکابرین سے ہے۔ مولانا ہاشم صاحب کی مصریوں کی مستیاں بہت مزے کی تھی۔ مولانا نے ایک بات بہت اچھی لکھی۔ یہ کہ ہم اپنے وطن کو برا کہتے رہتے ہیں جب کہ اپنی اصلاح کی طرف ہم توجہ نہیں دیتے۔ آیندہ انٹرویو کا اعلان پڑھ کر اچھا لگا اور یہ بات بھی پسند آئی کہ آپ نے ایک ماہ کی مہلت دی ہے۔
(بنت سیف الرحمٰن قاسم۔ گوجرانوالہ)

☆ موبائل پر پیغام ملا کہ آپ کے چھوٹے بھائی اللہ کو پیارے ہوگئے۔ انتہائی افسوس ہوا۔ پہلے بھی ایک بھائی آپ کو جدائی کا داغ دے چکے ہیں۔ اللہ مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے۔ ان کی قبر کو منور فرمائے اور ان کے درجات کو بلند فرمائے۔ فوری طور پر بھی ایصال ثواب کر دیا ہے اور نماز کے بعد دعائے مغفرت جاری ہے۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائیں۔
(پروفیسر محمد اسلم بیگ۔ اسلام آباد)

ج: بہت مہربانی۔

☆ ڈاکٹر ہاشمین صاحب کا انٹرویو بہت خوب رہا۔ کمی تھی تو ہمارے سوالات کی۔ اب حافظ حمزہ شہزاد کے انٹرویو کا انتظار ہے۔ میں نے بھی سوالات ارسال کیے ہیں۔ آج کل محمد شاہد فاروق گدھے کے سر سے سینگ کی طرح غائب ہیں۔ 594 پورا شمارہ ہی زبردست تھا۔ اس میں دو باتیں، بے سر کی گڑیا، واقعات صحابہ کے، اف اف، دلہن کی واپسی، موچی، پنکی کی ماما، یہ سب بہت پسند آئے۔ (حافظ محمد ذوالفقار علی۔ سوکڑ)

ج: شکریہ آپ کو بہت ساری چیزیں پسند آئیں۔

☆ ماشاء اللہ! یہ ہمارا پیارا پیارا رسالہ ترقی کی منازل بہت تیزی سے طے کر رہا ہے۔ ہر چیز ہی قابل تعریف ہے۔ بہت دنوں سے ایک بات چبھ رہی ہے۔ وہ ہے نیوز چینل کا نام۔ کیا ہی اچھا ہو کہ انگریزی نام کے بجائے، اس کا اور نام تجویز کریں۔ کیا خیال ہے آپ کا۔
(طالبہ جامعہ اشرف المدارس۔ کراچی)

ج: محمد شاہد صاحب سے بات کروں گا۔

☆ شمارہ 592 کی ہر تحریر نے مزہ دوبالا کر دیا۔ نہار منہ پانی پینا نے تو حیرت میں ڈال دیا۔ اس سے پہلے ہم یہ بات صحت کے مطابق خیال کرتے تھے۔ بچوں کا اسلام نے اپنی روایت برقرار رکھتے ہوئے ہمیں مفید معلومات بہم پہنچائیں۔ اللہ کرے، اس کی اشاعت بڑھتی چلی جائے۔ (خالد محمود ضیا۔ خان گڑھ)

ج: اس مضمون نے واقعی حیران کرنے میں کمال کر دیا۔

☆ اسلامی جنگیں قدم بہ قدم کے نام سے بچوں کا اسلام میں جو سلسلہ چل رہا ہے، وہ تاریخ اسلام اور ادب کی دنیا میں ایک بہترین کاوش ہے۔ اسے اس کی شان کے مطابق کتابی صورت میں شائع کرنا چاہیے۔ اس سلسلے کے آخر میں شہادت حسین رضی اللہ عنہ والا حصہ ہے، اسے الگ کتاب کی صورت میں بھی شائع کیا جائے۔
(مجاہد عبدالصمد بھٹہ۔ ملتان)

ج: آپ کی مفید تجویز کراچی بھیج رہا ہوں۔ شکریہ

☆ ف ح کراچی بچوں کا اسلام میں اچھا اضافہ ہے۔ ہم تو انھیں صاحب ہی سمجھتے رہے۔ حافظ عبدالجبار اچھی مزاحیہ کہانی لکھتے ہیں۔ (فرحین اشفاق۔ گگو منڈی)

ج: آپ کی طرح اور بھی بہت سے قارئین یہ سمجھتے رہے۔

☆ شمارہ 595 نے حیرت میں ڈال دیا۔ جب یہ پتا چلا کہ میرے نام سے ایک کہانی شریف مرد شائع ہوئی ہے۔ ذہن پر خوب زور ڈالا، لیکن اس نام سے کوئی کہانی نہیں بھیجی تھی۔ لہٰذا میں اعلان کر رہا ہوں۔ یہ کہانی میں نے نہیں بھیجی۔ نہ جانے آپ نے کس بے چارے کی کہانی میرے نام سے شائع کر دی۔
(بلال پاشا۔ واہ کینٹ)

ج: یہ کہانی ف ح کراچی نے ارسال کی تھی۔ شمارہ جب پیسٹ ہو رہا تھا، اس وقت اس پر غلطی سے آپ کا نام لگ گیا۔ اس کہانی کے بارے میں اور بھی الجھن ہے۔ ابھی تک وہ الجھن دور نہیں ہو سکی۔ پھر وضاحت کروں گا۔

☆ آپ کے بھائی کی وفات کی افسوس ناک خبر ملی، بہت دکھ ہوا۔ اللہ ان کی مغفرت فرمائے۔ انجینئرنگ نے ہم سے ہماری ادبیت چھین لی۔ وہ کچا سا ادیب جو ہم میں پنپ رہا تھا، کہیں سرکھپ گیا۔ ڈیڑھ سال میں شاید یہ ایک تحریر بھیج رہا ہوں۔ امید ہے، پسند آئے گی۔
(حافظ محمد حسن سرفراز۔ ٹیکسلا)

ج: شکریہ!

☆ 593 میں آپ کا پوچھا گیا سوال ہمیں گہری سوچ میں مبتلا کر گیا۔ دماغ پر بہت زور ڈالا۔ جواب صفر آیا۔ واقعات صحابہ کے جیسا سلسلہ لکھنے پر اللہ آپ کو دونوں جہان کی خوشیاں نصیب کرے اور جنت الفردوس میں بغیر حساب کتاب کے داخل کرے، نواب صاحب بھی اچھی کہانی تھی، کراچی کی بس میں کراچی کی جھلک تھی۔
(محمد احسان زماں۔ وزیر آباد)

ج: اس سوال کا جواب دو باتیں میں دے چکا ہوں۔

☆ ہم آپ کے بالکل بے آواز قاری ہیں۔ ہمیں ردی کی بالٹی سے بہت ڈر لگتا ہے۔ پہلے بھی ہم ردی کی بالٹی کے ڈر سے دو خط پھاڑ چکے ہیں۔ بچوں کا اسلام کے شروع ہی سے قاری ہیں۔ (یاد خان)

ج: خط کے ساتھ کہانیاں ملیں۔ آپ نے دس روپے بھی لفافے میں رکھ دیے۔ یہ نہیں لکھا کہ کس لیے رکھے ہیں۔ خط میں تو کوئی جواب کے قابل بات بھی نہیں ہے۔

☆ یوں تو بچوں کا اسلام کا ہر شمارہ اپنی مثال آپ ہوتا ہے، لیکن شمارہ 592 کچھ زیادہ ہی خاص لگا۔ شاید اس لیے کہ اس میں میرا خط جو تھا۔ چولہا جلتا ہے۔ کاش کا لشکر اور فقیر کہانی بہت پسند آئیں۔ خاص طور پر کاش کا لشکر والدین کے لیے بہترین کہانی تھی۔ نہار منہ پانی پینا پڑھ کر بہت حیرت ہوئی۔ ہم نے تو آج تک نہار منہ پانی پینے کے فوائد ہی پڑھے تھے۔ آج نقصان پڑھنے کو ملے۔
(نائلہ ضیاء۔ خان پور)

ج: اچھا ہوا، آپ نے نقصان پڑھ لیے۔

☆ ضرب مومن کے مشہور و معروف کالم نگار حضرت مفتی ابولبابہ شاہ منصور صاحب نے قرآن کریم کو سمجھنے کے لیے ایک آسان ترین نصاب تیار کیا ہے۔ اس کا نام ''قرآنی عربی سیکھیے'' ہے اس کے ذریعے سے چند ہی ماہ میں بچے، بوڑھے، مرد، خواتین، غرض ہر عمر کے افراد قرآن کریم کا مکمل ترجمہ سیکھ سکتے ہیں۔

اسی طرح جامعۃ الرشید کے اساتذہ نے بچوں کے لیے ''ایک سالہ عربی نصاب'' ترتیب دیا ہے، اس کے ذریعے سے بچے ایک سال میں عربی بولنے اور سمجھنے میں مہارت حاصل کر لیتے ہیں۔ آپ اس بارے میں مزید معلومات حاصل کر کے اس پر ''دو باتیں'' لکھیں اور مساجد کے ائمہ اور مدارس اور سکول کالج کے منتظمین کو ترغیب دیں کہ وہ اپنے اپنے اداروں میں یہ کورس شروع کرا دیں۔ امید ہے، آپ کی ترغیب سے کئی مساجد، مدارس اور سکول و کالجوں میں یہ کورس شروع کرا دیا جائے گا۔ یوں ایک خیر کا سلسلہ چل پڑے گا اور یہ خیر کا کام آپ کے لیے بھی صدقہ جاریہ بنا رہے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ!
(مجاہد عبدالصمد بھٹہ۔ ملتان)

ج: بہت اچھی بات ہے، میں پتا کرتا ہوں۔

وہ صاحب کیمرہ دیکھ کر بہت حیران ہوئے ... اس کیمرے کے بارے میں بھی کچھ بتاتا چلوں ... کینن S ڈی مارک ٹو ایکس میگا پکسل کا پیشہ ورانہ کیمرہ ہے ... دنیا کے مشہور اور مقبول ترین کیمروں میں اس کا شمار ہوتا ہے ... اس کی قیمت ساڑھے تین، چار لاکھ روپے کے قریب ہے ... اس کی خوبیاں ایک ماہر کیمرہ مین ہی سمجھ سکتا ہے ... جن صاحب سے میں نے یہ کیمرہ خریدا تھا، وہ مجھ سے کہنے لگے:

"تمہارے ہاتھوں میں اتنا اچھا کیمرہ دیکھ کر مجھے تم سے حسد ہونے لگا ہے۔ یہ بہت بہترین اور اعلیٰ خصوصیات والا کیمرہ ہے ... کیا تم اسے صحیح طور پر استعمال کر سکو گے ..."

اندھیرے میں تیر

میں نے ان سے کہا تھا، ان شاء اللہ!

بہرحال ہم نے خوب جی بھر کے تصاویر کھینچ لیں ... آخر جب ہمیں یہ محسوس ہونے لگا کہ ہم نے 70 پاؤنڈ وصول کر لیے ہیں تب ہم نے واپسی کی راہ لی ...

اب ہم دوبارہ لفٹ کے دروازے کے سامنے کھڑے لفٹ کا انتظار کر رہے تھے ... ہمارے پیچھے چار مصری نوجوان تھے ... ان کی چال ڈھال میں مغربیت تھی ...

وہ بھی ہمارے ساتھ لفٹ میں سوار ہو گئے۔ لفٹ آپریٹر وہی تھا۔ مجھے خدشہ لاحق ہوا کہ یہ پھر ہمارا مذاق اڑائے گا، لہٰذا میں نے بچاؤ کے لیے ان لڑکوں کو سلام کرنا شروع کیا۔ پہلے کو سلام کیا، مصافحہ کیا، پھر دوسرے، پھر تیسرے، پھر چوتھے کو، لفٹ آپریٹر یہ سب دیکھ رہا تھا۔ جب چاروں کو سلام کر لیا تو لفٹ آپریٹر کو چھوڑ دیا، کیونکہ مجھے نہ اسے دیکھنے کو دل چاہ رہا تھا، نہ سلام کا۔ یہ بات اسے بری لگی، اس نے پھر اپنی مصری زبان میں ہم سے مخاطب ہو کر کچھ کہا، جو ہماری سمجھ میں نہ آیا تو ان لڑکوں نے عربی میں ہمیں بتایا کہ یہ کہہ رہا ہے کہ سب کو سلام اور مصافحہ کیا، مجھے کیوں نہ کیا۔ میں بھی اس اتفاقی بات پر حیران رہ گیا۔ فوراً میرے ذہن میں آیا کہ اندھیرے میں چلایا ہوا تیر نشانے پر لگا ہے۔ اسے جواب دینے کا اچھا موقع تھا۔ میں نے فوراً جواب دیا کہ پہلے اس نے ہمارا مذاق اڑایا تھا، اس وجہ سے میں نے اسے سلام نہیں کیا۔ ابھی اتنی بات ہی ہوئی تھی کہ لفٹ کا دروازہ کھلا اور ہم باہر نکل گئے۔ نیچے ہمیں وہی فوٹوگرافر نظر آیا، اس نے انگوٹھے کے اشارے سے پسندیدگی کا اظہار کیا اور مسکراتے ہوئے ہمیں الوداع کہا:

شام کے سائے گہرے ہو چلے تھے۔ اب ہم مختلف جگہوں پر ٹامک ٹوئیاں مارتے ہوئے واپس دریائے نیل کے پل پر پہنچے۔

"یار ہاشم! کشتی میں بیٹھ کر دریائے نیل کے مزے لیتے ہیں۔" عمر نے چلتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے مزہ آئے گا۔" میں نے ہاں میں ہاں ملائی۔

پل سے جیسے ہی اترے ایک نوجوان لڑکے نے ہمارے ہاتھ پکڑ لیے اور اپنی کشتی کی طرف اشارہ کیا کہ اس میں بیٹھ جائیں۔ ہم نے اس سے کرایہ پوچھا تو اس نے دو پاؤنڈ بتایا۔ کرایہ مناسب تھا۔ ہم دونوں اس کشتی میں بیٹھ گئے۔ کشتی میں ہمارے علاوہ ایک آدھ فیملی اور بھی تھی۔ میں کشتی میں بیٹھ کر دریا کے پانی سے کھیلنے لگا اور تصاویر اتارنے لگا۔ ہم اپنے ساتھ نمکو وغیرہ لائے تھے۔ وہ ہم کھانے لگے۔ پندرہ بیس منٹ گزر گئے، لیکن کشتی چلنے کے کوئی آثار نظر نہیں آئے، لیکن اس عرصے میں کشتی میں لوگوں کی تعداد بڑھ گئی۔ چند منچلے نوجوانوں کے ٹولے بھی آ گئے جن سے ناشائستگی اور بے ہودگی ٹپک رہی تھی۔ سگریٹ کا استعمال ان میں بہت زیادہ ہے۔ بات اگر صرف یہیں تک ہوتی تو قابلِ برداشت تھی، لیکن اچانک ہی کشتی میں بلند آواز سے عربی گانے چلنے لگے اور ایک طرف سے دو رقاصائیں آئیں اور کشتی کے ڈیک پر روایتی مصری بیلی ڈانس کرنے لگیں۔ میوزک اور ڈانس کا شروع ہونا تھا کہ کشتی میں اک طوفان بدتمیزی شروع ہو گیا۔ لڑکوں نے بھی کھڑے ہو کر ڈانس شروع کر دیا اور جیب سے شراب کی بوتلیں نکال کر پینے لگے۔ میں نے حیران ہو کر فیملیوں کی طرف دیکھا، لیکن وہ بھی پوری طرح محظوظ ہوتے نظر آئے۔ بیٹھے رہنے کی بالکل بھی گنجائش نہ تھی، لہٰذا ہم وہاں سے استغفار کرتے ہوئے نکل آئے۔

ہر طرف اندھیرا چھا چکا تھا۔ اندھیرا چھاتے ہی ہمیں ایسا لگا کہ ہر طرف قوسِ قزح کے رنگ بکھرے ہوئے ہیں۔ دریائے نیل میں موجود کشتیاں اور ساحل پر دونوں اطراف میں موجود عمارتیں مختلف قسم اور رنگوں کی روشنیوں میں نہائی ہوئی تھیں۔ پانی میں پڑنے والے عکس نے تو منظر کی دلکشی میں بے پناہ اضافہ کر دیا تھا۔ ایسا لگ رہا تھا کہ رنگ و نور کی برسات ہو رہی ہے۔ اگر اس وقت میرے ہاتھ میں کوئی عام کیمرہ ہوتا تو میں اس منظر کی تصویر کشی کا شاید حق ادا نہ کر سکتا۔ الحمدللہ اس کیمرے کی وجہ سے اس خوب صورت رات کے مناظر بہت ہی احسن انداز میں ایکسپوز ہوئے۔ دور تک ساحل پر چلتے ہوئے دلفریب مناظر سے محظوظ ہوتے رہے۔

"کیا خیال ہے ہاشم! کافی دیر ہو چکی ہے، واپس نہ چلیں۔" عمر نے کہا۔

مولانا محمد ہاشم عارف - کراچی

"بالکل ٹھیک ہے! لیکن بھوک لگی ہوئی ہے، کھانا کھا کر ہوٹل چلیں گے۔"

"ٹھیک ہے!" عمر نے جواب دیا۔

اور پھر ہم واپس تحریر اسکوائر کے پاس موجود بازار میں داخل ہوئے۔ بازار میں بہت رونق تھی۔ ہر قسم کی اشیاء سے بھری ہوئی دکانیں روشنیوں میں چمک رہی تھیں۔ شوکیس میں رکھے ہوئے دیدہ زیب آئٹم خریداروں کو اپنی جانب متوجہ کر رہے تھے۔ بالکل ہماری زیب النساء اسٹریٹ کی طرح یہاں بھی فٹ پاتھوں، بلکہ سڑک پر بھی خوانچہ فروشوں کا قبضہ تھا۔ سڑک پر ٹریفک جام تھا۔ کھلونوں، کپڑوں، جوتوں اور دیگر گھریلو استعمال کی بیسیوں دکانیں تھیں اور اگر نہیں تھی تو صرف کھانے پینے کی کوئی دکان۔ کافی لوگوں سے پوچھا اور کافی ادھر اُدھر گھومے پھرے، لیکن کوئی دکان نظر نہیں آئی، ہم حیران بھی ہو رہے تھے اور پریشان بھی ہو رہے تھے کہ اتنے مصروف بازار میں بھی کوئی کھانے پینے کی دکان نہیں ہے۔ ابھی اسی کشمکش و پیچ میں تھے کہ کیا کیا جائے کہ ایک چھوٹی سی دکان ہمیں نظر آئی اس میں لوگ بیٹھے کچھ کھا رہے تھے۔ ہم غنیمت جانتے ہوئے اندر داخل ہو گئے۔ بیٹھنے کے بعد جب مینیو منگوایا تو اس میں کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ کیا منگوائیں، آس پاس نظر دوڑائی کہ دوسرے لوگ جو کھا رہے ہوں، ان کو دیکھ کر کسی مناسب چیز کا آرڈر دے دیں۔ چاروں طرف جب نظر دوڑائی تو ہر شخص ایک پیالے میں چمچ سے کچھ پی رہا تھا۔ بہرحال مناسب ریٹ والی دو ڈشز کا آرڈر دیا۔ ویٹر بھی کچھ ہی دیر میں وہ دونوں ڈشز لے آیا۔ ایک پیالہ بڑا اور ایک قدرے چھوٹا تھا۔ دونوں میں تقریباً ایک ہی طرح کا مواد تھا۔ دیکھنے میں ہمارے ہاں بننے والے کھاؤ سٹے (نوڈلز) جیسا تھا۔ کوئی خاص ذائقہ نہیں تھا، لیکن پیٹ کے چوہے بھی دوڑ دوڑ کر تھک چکے تھے، انھیں بھی آرام دینا تھا۔ بعد میں پتا چلا کہ اس ڈش کا نام "کُستری" ہے۔